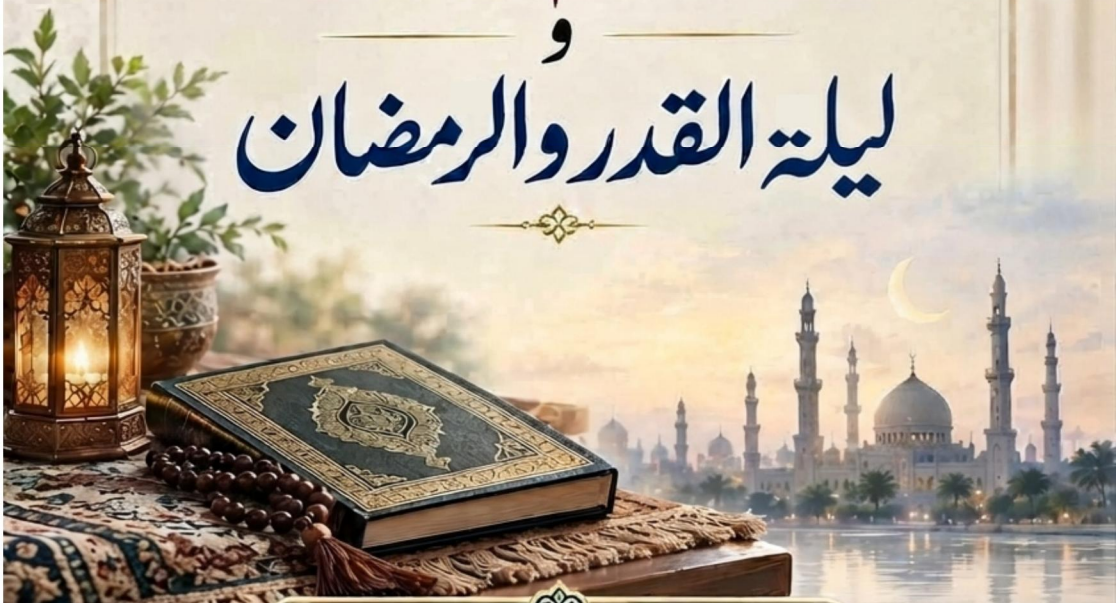
فضائل شعبان

مع احکام التراویح

و

لیلۃ القدر و الرمضان



خلیفہ اعلیٰ حضرت، امام المحدثین

حضرت علامہ مفتی سید محمد دیدار علی شاہ

مُحَدِّثِ اَلْوَرِی

بانی دار العلوم حزب الاحناف لاہور

فضائلِ شعبان ورمضان اور شبِ براءت ولیلۃ القدر کے فضائل واحکام،

نیز تراویح، وتر اور روزے کے اہم مسائل کا جامع مجموعہ

فضائل شعبان مع احکام التراویح ولیلۃ القدر والرمضان

خلیفہ اعلیٰ حضرت، امام المحدثین، حضرت علامہ مفتی سید محمد دیدار علی شاہ محدث الوری

بانی دار العلوم حزب الاحناف لاہور

(تحقیق وتخریج)

محمد عدنان عطاری

پیش کش: مجلس ماہنامہ فیضان مدینہ

www.dawateislami.net

کتاب پڑھنے کی دعا

دینی کتاب یا اسلامی سبق پڑھنے سے پہلے ذیل میں دی ہوئی دعا پڑھ لیجیے، ان شاء اللہ جو کچھ پڑھیں گے یاد رہے گا:

اَللّٰھُمَّ افْتَحْ عَلَیْنَا حِکْمَتَكَ وَانْشُرْ عَلَیْنَا رَحْمَتَكَ یَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَام

(مستطرف، 1/40، دارالفکر بیروت)

(اول آخر ایک بار درود شریف پڑھ لیجیے)

نام کتاب: فضائل شعبان مع احکام التراویح ولیلۃ القدر والرمضان

مؤلف: حضرت علامہ مفتی سید محمد دیدار علی شاہ محدث الوری

تخریج و تحقیق: محمد عدنان عطاری (جامعہ المدینہ موڑ ایمن آباد گوجرانوالہ)

نظر ثانی: ابو الابصار ابرار اختر القادری العطاری

صفحات: 100

اشاعتِ اول: 2026

شعبہ ماہنامہ خواتین

مجلس ماہنامہ فیضان مدینہ (دعوتِ اسلامی)

www.dawateislami.net

فہرست

پہلے اسے پڑھئے 7
اسلاف کی علمی میراث اور ہماری ذمہ داری 7
اس کتاب کو منظر عام پر لانے کی ضرورت 10
نئی نسل اور اسلاف کا علمی رشتہ 11
حرفِ آخر 12
حیات محدث الوری ایک نظر میں 14
فضائلِ شعبان مع احکامِ التراویح ولیلۃ القدر والرمضان 19
[فضائلِ شعبان] 20
[ماہِ شعبان میں درودِ پاک کی برکت]: 26
[رحمت کے کھلے دروازے اور شبِ برات]: 26
[عام مغفرت اور محروم رہنے والے لوگ]: 27
[شبِ برات کے عملی تقاضے]: 28
[شبِ برات کے سو رکعت نوافل]: 29
[شبِ برات کے چھ رکعت نوافل]: 29
[آتش بازی و چراغاں کی رسم کا آغاز]: 30
[چند غلط فہمیوں کا ازالہ]: 31
[اُمّتِ محمدیہ کا مرتبہ اور شبِ برات کی فضیلت]: 31
[عقیدۂ نزولِ عیسیٰ علیہ السلام]: 32

[تصاویر بنانے کی ممانعت]: 33
[فیضانِ رمضان] 35
رمضان کے روزوں کا کس قدر ثواب ہے اور رمضان کی کیا کیا فضیلت ہے؟ 36
[رمضان کی بہاریں اور رحمتوں کا نزول]: 37
[قوالی کے متعلق امام غزالی کا فرمان]: 40
[مقبولِ الٰہی اعمال اور رمضان کی بہاریں]: 40
[روزے کا اصل مقصد]: 42
[سحری اور افطاری کب کرنی چاہیے؟] 42
[رمضان اور روزہ کے مسائل]: 42
وہ کیا باتیں ہیں جن سے روزہ نہیں ٹوٹتا اور نہ مکروہ ہوتا ہے؟ 46
جن سے روزہ ٹوٹ جائے اور فقط قضا لازم آئے نہ کہ کفارہ و گناہ: 48
وہ امور کتنے ہیں جن سے قضا اور کفارہ دونوں لازم ہو جاتے ہیں؟ 50
روزہ میں مکروہ کتنے امور ہیں اور کتنے جائز؟ 52
کسی حالت میں نفل رکھ کر روزہ توڑنا جائز بھی ہے کہ جس توڑنے سے فقط قضا لازم ہو، اور کفارہ لازم نہ ہو: 52
مسائلِ تراویح 54
احکامِ اعتکاف 63
[لیلۃ القدر کا تعین اور اس کی علامات] 67
[شیخ ابو الحسن اور تعیینِ لیلۃ القدر]: 67

فضائلِ شبِ قدر: 68
[چار لواء اور تجلیاتِ شبِ قدر]: 68
[درود شریف کی فضیلت]: 70
[تسلیِ قلبِ مصطفیٰ اور شبِ قدر کا غیبی تحفہ]: 70
[شبِ قدر کے وظائف]: 71
[نماز پڑھنے کی فضیلت اور ترک کرنے کی وعید]: 71
بیانِ احکامِ عید الفطر 73
[تحقیقِ اوزانِ شرعیہ بمعہ تعیینِ مقدارِ صاع وصدقۂ فطر]: 74
[موقِف اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ]: 74
[سونے اور چاندی کا نصاب]: 77
[صاع کا حقیقی معیار: وزن اور ناپ (کیل) کی تطبیق]: 77
[غیر منصوص اشیاء سے صدقۂ فطر کی ادائیگی کا طریقہ]: 79
[حضرت حسن بصری اور فکرِ قبولیتِ اعمال]: 81
[ماہِ شوال کے چھ روزوں کی فضیلت]: 82
احکامِ نمازِ عید 82
فوائدِ متفرقہ 87
[پانچ گناہوں کی پانچ سزائیں]: 87
[بعدِ وتر کی مسنون دعا]: 88
[وتر اور بعدِ وتر میں کون کون سی سورت پڑھی جائے؟] 88

[موذی جانوروں سے حفاظت کا وظیفہ]: 90
فضائلِ صلوٰۃ التسبیح مع ترکیب 91
[صلوٰۃ التسبیح کے سجدۂ سہو میں کیا پڑھنا چاہئے]: 92
[صلوٰۃ التسبیح کا حکم اور گناہوں کی بخشش کا پروانہ]: 92
تنبیہ 94
[خاتمہ] 96
ماخذ و مراجع 97

پہلے اسے پڑھئے

اسلاف کی علمی میراث اور ہماری ذمہ داری

اللہ پاک نے انسان کو علم کی دولت سے سرفراز فرمایا اور اہلِ علم کو یہ توفیق عطا فرمائی کہ وہ اپنے علم و تجربات کو الفاظ کا جامہ پہنا کر آنے والی نسلوں کے لیے محفوظ کر دیں۔ یہی تحریری سرمایہ وقت کے گزرنے کے ساتھ ایک ایسی علمی میراث کی صورت اختیار کر لیتا ہے جس سے بعد میں آنے والے لوگ اپنے بزرگوں کے افکار، علمی تحقیقات، دینی بصیرت اور طرزِ استدلال سے استفادہ کرتے ہیں۔ چنانچہ کسی قوم کی علمی تاریخ صرف اس کے زندہ اہلِ علم سے نہیں بنتی، بلکہ اُن اہلِ علم کی تحریروں سے بھی بنتی ہے جو دنیا سے رخصت ہو جانے کے بعد بھی اپنے قلم کے ذریعے علمی رہنمائی کا سلسلہ جاری رکھتے ہیں۔

ہمارے بزرگوں نے دینِ متین کی خدمت کے لیے اپنی زندگیاں وقف فرمائیں۔ کسی نے درس و تدریس کے ذریعے، کسی نے فتویٰ نویسی کے ذریعے، کسی نے تصنیف و تالیف کے ذریعے اور کسی نے وعظ و اصلاح کے ذریعے امت کی رہنمائی فرمائی۔ ان بزرگوں کی تحریریں اپنے زمانے کے علمی مسائل کا جواب ہی نہیں بلکہ ان کے دینی ذوق، فقہی بصیرت، تحقیق، احتیاط اور اصلاحی فکر کی آئینہ دار بھی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے علمی آثار محض ماضی کی یادگار نہیں بلکہ آج بھی ہمارے لیے رہنمائی کا قیمتی ذریعہ ہیں۔

لیکن وقت گزرنے کے ساتھ علمی ذخیرے کا ایک بڑا حصہ عوام و خواص کی دسترس سے دور ہوتا چلا جاتا ہے۔ بعض کتابیں نایاب ہو جاتی ہیں، بعض کے صرف چند نسخے باقی رہ جاتے ہیں، بعض کتب خانوں کی الماریوں تک محدود ہو جاتی ہیں اور بعض ایسی تحریریں بھی

ہوتی ہیں جو کسی زمانے میں اہلِ علم کے درمیان معروف رہنے کے باوجود بعد کی نسلوں کے لیے تقریباً ناپید ہو جاتی ہیں۔ یوں ایک بزرگ عالم کی برسوں کی علمی محنت چند محدود اوراق یا ایک محفوظ نسخے تک سمٹ کر رہ جاتی ہے۔

یہ صورتِ حال اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ بزرگوں کے ایسے علمی آثار کو تلاش کیا جائے، محفوظ کیا جائے، ان کی اصل عبارت کو حتی الامکان برقرار رکھتے ہوئے تحقیق وتدوین کے اصولوں کے مطابق دوبارہ اہلِ علم ومطالعہ کے سامنے پیش کیا جائے۔ بلاشبہ کسی نادر علمی تحریر کو دوبارہ منظرِ عام پر لانا صرف ایک کتاب کی اشاعت نہیں؛ یہ دراصل ایک علمی امانت کو اس کے مستحقین تک پہنچانا، ماضی اور حال کے درمیان ایک علمی پل قائم کرنا اور آئندہ نسلوں کو اپنے بزرگوں کے علمی سرمائے سے جوڑنا ہے۔

آج کے دور میں جب مطالعے کے ذرائع بے شمار ہیں اور نئی نسل کے سامنے ہر موضوع پر بے شمار کتب موجود ہیں، ایسے میں قدیم ونادر علمی آثار کی اہمیت مزید بڑھ جاتی ہے۔ اس لیے کہ جدید وسائل کی فراوانی ہمیں اپنے قدیم علمی ذخیرے سے بے نیاز نہیں کرتی۔ بلکہ صحیح معنوں میں علمی ترقی اسی وقت ممکن ہے جب انسان اپنے علمی ماضی سے واقف ہو، اپنے بزرگوں کے چھوڑے ہوئے علمی سرمائے سے استفادہ کرتے ہوئے آگے بڑھے۔

زیرِ نظر کتاب اسی علمی میراث کی ایک اہم کڑی ہے۔ اس کے مؤلف محدث الوری حضرت علامہ مفتی سید دیدار علی شاہ رحمۃُ اللہِ علیہ ہیں، جن کا مختصر تعارف مقدمے کے بعد دیکھا جاسکتا ہے۔

حضرت شاہ صاحب رحمۃُ اللہِ علیہ کی یہ تحریر اپنے موضوع کے اعتبار سے نہایت اہم ہے۔

اس میں شعبان المعظم اور اس کی خصوصیات، شبِ براءت کے فضائل و اعمال، رمضان المبارک کی برکتیں، روزے کے مسائل، تراویح ووتر، لیلۃ القدر، صدقۂ فطر اور دیگر متعلقہ شرعی واصلاحی امور پر گفتگو کی گئی ہے۔ کتاب کے اختتامی حصے میں خود مصنف نے اس کے مندرجات کا خلاصہ بیان کرتے ہوئے فضائلِ شعبان، شبِ قدر ورمضان کے ساتھ احکامِ تراویح، تین رکعت وتر، وتر کے بعد کے نوافل ووظائف، طاعون سے حفاظت کی دعاؤں اور جانداروں کی تصاویر کے احکام وغیرہ کو بھی اس رسالے کے مشتملات میں شمار کیا ہے۔

اس کتاب کا ایک نمایاں وصف یہ ہے کہ اس میں فضائل کے بیان کے ساتھ ساتھ عملی زندگی سے متعلق متعدد مسائل اور اصلاحی نکات بھی بیان کیے گئے ہیں۔ مصنف نے شعبان اور شبِ براءت کے فضائل ذکر کرنے کے بعد ان راتوں کو کھیل کود، آتش بازی، فضول خرچی اور اسراف میں ضائع کرنے کے بجائے توبہ، عبادت، دعا، صدقہ وخیرات اور ایصالِ ثواب میں صرف کرنے کی ترغیب دی ہے۔ اسی طرح رمضان المبارک کے بیان میں روزے کی فرضیت و فضیلت کے ساتھ روزے کے حقیقی مقصد، یعنی تقویٰ و پرہیز گاری، اور رمضان کے بعد بھی نیک اعمال پر قائم رہنے کی ضرورت کو اجاگر کیا ہے۔

کتاب میں بعض ایسے فقہی مباحث بھی موجود ہیں جن میں مصنف نے سابقہ فقہاء و محدثین کی تحقیقات کو سامنے رکھتے ہوئے تفصیلی گفتگو فرمائی ہے۔ خصوصاً صدقۂ فطر کے سلسلے میں صاع اور نصفِ صاع کے معیار، مختلف اوزان، پیمائش اور احتیاطی پہلوؤں پر خاصی تفصیل ملتی ہے۔ یہ مباحث اس بات کی نشان دہی کرتے ہیں کہ کتاب صرف فضائل وترغیب کا مجموعہ نہیں بلکہ فقہی مسائل کے ضمن میں بھی اپنے زمانے کی علمی گفتگو

کا ایک اہم نمونہ پیش کرتی ہے۔

اس کتاب کو منظر عام پر لانے کی ضرورت

زیرِ نظر رسالے کو دوبارہ منظرِ عام پر لانے کی ضرورت اسی لیے محسوس ہوئی کہ بزرگوں کی ایسی تحریریں وقت کے ساتھ عام قارئین کی دسترس سے دور ہوتی جارہی ہیں۔ اگر کسی بزرگ عالم کی تحریر کو محفوظ نہ کیا جائے تو ممکن ہے کہ آنے والی نسلیں اس علمی سرمائے سے بالکل محروم ہو جائیں۔ اس لیے ایسے آثار کی بازیافت اور اشاعت ایک ایسی خدمت ہے جس کے اثرات ایک نسل تک محدود نہیں رہتے بلکہ آنے والی کئی نسلیں اس سے فائدہ اٹھاسکتی ہیں۔

یہ بات بھی پیشِ نظر رہنی چاہیے کہ پرانی کتاب کو محض دوبارہ چھاپ دینا اور اسے تحقیق وتدوین کے ساتھ نئی نسل کے سامنے پیش کرنا دو مختلف امور ہیں۔ قدیم تحریروں میں اس دور کے کتابتی اسلوب، طباعتی اغلاط، غیر معروف الفاظ، قدیم طرزِ حوالہ اور بعض ایسے مقامات پائے جاتے ہیں جنہیں موجودہ قاری کے لیے سمجھنا مشکل ہو سکتا ہے۔ چنانچہ ایسی کتابوں کی تدوین میں ایک طرف اصل مؤلف کی عبارت اور اس کے علمی تشخص کی حفاظت ضروری ہے تو دوسری طرف موجودہ قاری کے لیے فہم واستفادہ کی راہ بھی ہموار کرنا لازم ہے۔

اسی اصول کے تحت اس رسالے کی موجودہ تدوین میں اصل متن کو حتی الامکان بعینہٖ برقرار رکھنے کی کوشش کی گئی ہے اور مؤلف کے اصل کلام میں اپنی طرف سے کوئی اضافہ شامل کرنے سے گریز کیا گیا ہے۔ قارئین کی سہولت کے لیے جہاں مناسب ہیڈنگز

کی ضرورت محسوس ہوئی، وہاں انہیں مرتب کی جانب سے [ ] میں ذکر کیا گیا ہے، جبکہ ترجمہ، توضیح، تشریح اور دیگر کتب کے حوالہ جات کو متن کے بجائے حواشی میں رکھا گیا ہے۔ اسی طرح جہاں متن میں کسی بات کی وضاحت کے لیے مرتب کی جانب سے کوئی لفظ یا جملہ بڑھایا گیا ہے، اسے الگ بریکٹس میں رکھا گیا ہے تاکہ اصل مصنف کی عبارت اور مرتب کی توضیح باہم خلط نہ ہوں۔

یہ طرزِ تدوین اس لیے اختیار کیا گیا ہے کہ قاری کو ایک طرف حضرت شاہ صاحب رحمۃُ اللہِ علیہ کی اصل علمی تحریر سے براہِ راست استفادہ کا موقع ملے اور دوسری طرف موجودہ دور کے قاری کے لیے ضروری توضیحات اور حوالہ جات بھی میسر ہوں۔

نئی نسل اور اسلاف کا علمی رشتہ

آج ہمیں خصوصاً اس امر کی ضرورت ہے کہ نئی نسل کو اپنے اسلاف کی علمی خدمات سے متعارف کرایا جائے۔ محض یہ بتادینا کافی نہیں کہ ہمارے بزرگوں نے بہت سی کتابیں لکھی ہیں؛ بلکہ ان کی کتابیں خود نئی نسل تک پہنچانا اور انہیں پڑھنے کا ذوق پیدا کرنا بھی ضروری ہے۔ جب ایک طالبِ علم کسی بزرگ عالم کی اصل تحریر پڑھتا ہے تو وہ صرف ایک مسئلے کا جواب نہیں پاتا بلکہ اسے ایک پورے علمی مزاج سے شناسائی حاصل ہوتی ہے۔

اسلاف کی تحریریں ہمیں یہ بھی بتاتی ہیں کہ ہمارے بزرگوں کے نزدیک علم کا مقصد محض معلومات جمع کرنا نہیں تھا، بلکہ علم کے ذریعے عمل کی اصلاح، عقیدے کی حفاظت، عبادت کی درستی اور معاشرے کی دینی تربیت مقصود تھی۔ زیرِ نظر کتاب کے صفحات میں بھی یہی رنگ نمایاں ہے۔ شعبان اور رمضان کی فضیلت بیان کرتے ہوئے قاری کو عبادت،

توبہ، اصلاحِ باطن، حقوق العباد، صدقہ وخیرات اور نیک اعمال کی طرف متوجہ کیا گیا ہے۔

یہی وہ پہلو ہے جس کی وجہ سے اس نوعیت کی کتابیں آج بھی ہمارے لیے اہم ہیں۔ زمانہ بدل سکتا ہے، ذرائع بدل سکتے ہیں اور لوگوں کے رہن سہن کے انداز بدل سکتے ہیں، لیکن انسان کی دینی ضرورت، اپنے رب کی معرفت، عبادت کی درست ادائیگی اور آخرت کی کامیابی کی ضرورت اپنی جگہ باقی رہتی ہے۔ چنانچہ اسلاف کی وہ تحریریں جو انہی بنیادی ضروریات سے متعلق ہوں، انہیں محفوظ کرنا اور عام کرنا ایک قابلِ قدر علمی و دینی خدمت ہے۔

حرفِ آخر

اس کتاب کی تدوین کے ذریعے ہماری کوشش یہی رہی ہے کہ حضرت علامہ مفتی سید دیدار علی شاہ رحمۃُ اللہِ علیہ کی یہ علمی کاوش اپنی اصل روح کے ساتھ موجودہ دور کے قارئین تک پہنچے۔ اصل متن کی حفاظت کو بنیادی اہمیت دیتے ہوئے جہاں ضروری محسوس ہوا، وہاں حواشی کے ذریعے حوالہ، وضاحت اور توضیح کا اہتمام کیا گیا ہے۔ اس طرح کتاب کے قدیم علمی مزاج کو برقرار رکھتے ہوئے موجودہ قاری کے لیے استفادہ کی راہ آسان بنانے کی کوشش کی گئی ہے۔

ہمیں امید ہے کہ **"فضائلِ شعبان مع احکامِ التراویح ولیلۃ القدر والرمضان "** کی یہ اشاعت اہلِ علم، طلبہ اور عام مسلمانوں کے لیے مفید ثابت ہوگی اور بالخصوص اسلاف کے نایاب علمی آثار کو محفوظ کرنے اور انہیں نئی نسل تک منتقل کرنے کے سلسلے میں ایک معمولی سی کاوش کے طور پر قبول کی جائے گی۔

اللہ پاک حضرت محدث الوری علامہ مفتی سید دیدار علی شاہ رحمۃُ اللہِ علیہ کی اس علمی خدمت کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے، ان کے درجات بلند فرمائے، اس کتاب کو ان کے لیے صدقۂ جاریہ بنائے، اس کی اشاعت میں حصہ لینے والے تمام افراد کی کاوشوں کو شرفِ قبول عطا فرمائے اور ہمیں اپنے اسلاف کے علمی ورثے کی حفاظت، قدر دانی اور اشاعت کی توفیق عطا فرمائے۔

اس کتاب کی تحقیق و تدوین کا یہ علمی کام دعوتِ اسلامی کی مرکزی مجلسِ شوریٰ کے رکن، ابو ماجد محمد شاہد عطاری مدنی زید مجدہ کی ترغیب و توجہ کے نتیجے میں پایۂ تکمیل کو پہنچا۔ اس علمی ورثے کو نئی نسل تک منتقل کرنے کی اس کاوش میں جامعۃ المدینہ، موڑ ایمن آباد کے طالب علم محمد عدنان عطاری نے تحقیق و تخریج کی ذمہ داری انجام دی، جبکہ اس رسالے کو دوبارہ کتابی شکل میں منظرِ عام پر لانے کا مکمل کام دعوتِ اسلامی کے شعبے مجلس ماہنامہ فیضانِ مدینہ کے ذیلی شعبہ ماہنامہ خواتین کی نگرانی میں انجام پایا۔

اللہ پاک اس علمی و دینی خدمت کو اپنی بارگاہ میں شرفِ قبولیت عطا فرمائے، انہیں جزائے خیر عطا فرمائے اور ہم سب کی اس کاوش کو صدقۂ جاریہ بنائے۔

اٰمین بِجاہِ النّبیِّ الاَمین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

چیف ایڈیٹر ماہنامہ خواتین

ابو الابصار ابرار اختر القادری

مجلس ماہنامہ فیضانِ مدینہ (دعوتِ اسلامی)

حیات محدث الوری ایک نظر میں[1]

نام وولدیت: سید محمد دیدار علی شاہ رضوی بن سید نجف علی شاہ رضوی مشہدی

نسبتیں: رضوی، مشہدی، الوری، نقشبندی، فضل رحمانی، قادری، اشرفی، چشتی۔

کنیت: ابو محمد یا ابو المحمود

تخلص: دیدار

القابات: امام المحدثین، جامع منقولات و معقولات، حاوی کلیات و جزئیات، محقق بے عدیل، مدقق بے مثیل، عالم راسخ، جلیل المشائخ، افضل الفقہا، اکمل الفضلاء، سلطان الواعظین، مرجع الفقہا والمحدثین، بدر المحدثین، سید المفسرین، سند المناظرین، سرخیلِ اولیاء، شیخ الحدیث، امامِ اہل سنت، مخدوم العصر، وحید الدہر اور رئیس ریاستِ الور۔

حالاتِ زندگی	ہجری سن	عیسوی سن
پیدائش (محلہ نواب پورہ الور، راجستھان، ہند)	1273ھ	1856ء
فراغت درس نظامی	1295ھ	1878ء
درسِ قرآن جامع مسجد الور	1295ھ	1878ء
چچا جان میاں صاحب الوری سے خلافت	1296ھ	1879ء
سائیں توکل شاہ سے خلافت	1297ھ	1880

(1) یہ تمام مواد دعوتِ اسلامی کی مرکزی مجلس شوری کے رکن حاجی ابو ماجد محمد شاہد مدنی عطاری زید مجدہ کی کتاب "حیات محدث الوری" سے لیا گیا ہے۔ یہ کتاب دعوتِ اسلامی کی ویب سائٹ پر آن لائن پڑھنے کے علاوہ پی ڈی ایف میں ڈاؤنلوڈ بھی کر سکتے ہیں۔ لنک پیشِ خدمت ہے:

https://www.dawateislami.net/bookslibrary/ur/hayat-e-muhaddis-ul-wari

حالاتِ زندگی	ہجری سن	عیسوی سن
علامہ فضل رحمن گنج مراد آبادی سے بیعت وخلافت	1298ھ	1881ء
کتاب رسول الکلام کی تصنیف	1298ھ	1881ء
شادی خانہ آبادی	1303ھ	1886ء
مدرسہ قوت الاسلام کا آغاز	1307ھ	1890ء
بیٹے علامہ ابوالحسنات محمد احمد کی پیدائش	1314ھ	1896ء
تفسیر میزان الادیان لکھنے کا پہلا آغاز	1316ھ	1898ء
بیٹی (سیّدہ ام انور) کی پیدائش	1317ھ	1899ء
مدرسہ ارشاد العلوم رامپور میں تدریس	1318ھ	1901ء
بیٹے مفتی ابوالبرکات سیّد احمد کی پیدائش	1319ھ	1901ء
بیٹے حافظ علی احمد کی پیدائش	1322ھ	1903ء
مدرسہ حنفیہ پٹنہ میں تدریس	1323ھ	1906ء
باندی کوہی راجستھان میں امامت	1326ھ	1909ء
والدین کا انتقال	1326ھ	1909ء
علامہ عبدالغنی بہاری سے حصول اسناد	1326ھ	1909ء
ممبئی میں خطابت وتدریس	1327ھ	1910ء
کتاب ہدایۃ الطریق کی تصنیف	1329ھ	1911ء
ماہنامہ آئینہ اسلام جاری کرنے کا ارادہ	1329ھ	1911ء

حالاتِ زندگی	ہجری سن	عیسوی سن
تفسیر مختصر المیزان کی تصحیح واشاعت	1330ھ	1912ء
اعلیٰ حضرت سے تنظیم بنانے کی درخواست	1330ھ	1912ء
شرکت سالانہ جلسہ جامعہ نعمانیہ لاہور	جمادی الاولیٰ1330	اپریل1912
جامعہ نعمانیہ لاہور میں تدریس	1331ھ	1913ء
رسالہ شانِ امیر معاویہ کی تصنیف	1331ھ	1913ء
چچا میاں صاحب الوری کی وفات	6شوال1331ھ	8، ستمبر1913ء
بیٹے حافظ علی احمد کا انتقال اور الور واپسی	محرم1334ھ	نومبر1915
جامع مسجد آگرہ میں خطابت وفتاویٰ نویسی	رمضان1334ھ	جولائی1916ء
رسالہ فضائل الشعبان والرمضان کی تصنیف	13رمضان1335ھ	3جولائی1917ء
کتاب ہدایۃ الغوی بارشادات علی کی تصنیف	1335ھ	1917ء
بیٹی سیدہ ام انور کا نکاح	24شوال1335ھ	3اگست1917ء
نواسی کنیز بتول بانو کی پیدائش	18جمادی الاولیٰ1337ھ	19فروری1919ء
اعلیٰ حضرت امام احمد رضا سے خلافت	ذوالحجہ1337ھ	1919ء
حج بیت اللہ کی سعادت	1338ھ	1920ء
نواسے سید انور علی کی پیدائش	28ذوالحجہ1339ھ	2ستمبر1921ء
جماعت انصار الاسلام کے جلسے میں شرکت	شعبان1339ھ	اپریل1921ء
تحریک ارتداد کا مقابلہ	1340ھ	1921ء

حالاتِ زندگی	ہجری سن	عیسوی سن
لاہور دوبارہ آمد مسجد وزیر خان میں تقرر	1340ھ	1922ء
جامعہ نعمانیہ لاہور میں دوبارہ تدریس	1340ھ	1922ء
مدرسہ عالیہ حنفیہ لاہور کا آغاز	1342ھ	1923ء
شاہ ابوالبرکات کی لاہور آمد	جمادی الاولیٰ 1342ھ	دسمبر 1923ء
پوتے علامہ محمود احمد رضوی (ابن شاہ ابوالبرکات) کی ولادت	1342ھ	1924ء
مرکزی انجمن حزب الاحناف ہند لاہور کا قیام	1342ھ	1924ء
رسالہ عقائد نامہ کی تصنیف	1342ھ	1924ء
تحریک تحفظ مقامات مقدسہ کا آغاز	1345ھ	1926ء
رسالہ اثبات بناء قبہ جات کی تصنیف	1345ھ	1926ء
زوجہ محترمہ کا انتقال	25رجب 1344ھ	8فروری 1926ء
دار العلوم حزب الاحناف لاہور کا پہلا جلسہ	10 جمادی الاولیٰ 1345ھ	16نومبر 1926ء
تفسیر میزان الادیان کا دوبارہ آغاز	1345ھ	1926ء
جامع مسجد وزیر خان سے استعفیٰ	1345ھ	1926ء
مرکزی انجمن حزب الاحناف کا اجلاس	24شعبان 1345ھ	27فروری 1927ء
محمدی مسجد میں دارالعلوم حزب الاحناف کا قیام	1345ھ	1927ء

حالاتِ زندگی	ہجری سن	عیسوی سن
علامہ شاہ ابوالحسنات کی لاہور آمد	1345ھ	1927ء
غازی علم الدین شہید کا جنازہ پڑھایا	جمادی الاخری 1348ھ	نومبر 1929ء
سارداایکٹ کو منسوخ کروانے کی کوشش	6ذوالحجہ 1348ھ	6مئی 1930ء
دیوان دیداریہ فارسی کی تکمیل	1348ھ	1929ء
تفسیر میزان الادیان کی دوسری جلد کا اختتام	6صفر 1349	3جولائی 1930ء
پوتے علامہ سیّد خلیل احمد قادری (ابن شاہ ابوالحسنات) کی ولادت	1352ھ	1933ء
موضع اوسیامری کا سفر	1354ھ	11ستمبر 1935ء
لاہور کی واپسی	22جمادی الاخری	21ستمبر
ہیضہ کا مرض	21رجب	19،اکتوبر
وصال پُرملال	22رجب 1354ھ	20،اکتوبر 1935ء
فاتحۂ چہلم	شوال 1354ھ	دسمبر 1935ء یا جنوری 1936ء

فضائلِ شعبان مع احکامِ التراویح ولیلۃ القدر والرمضان

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

ہزار ہزار شکر اور حمد بے انتہا اوس خالقِ اکبر کو سزا اور زیبا ہے جس نے اپنے حبیبِ اکرم، نبیِ مکرم کو سردار کل انبیاء کا بنایا اور دائرۂ نبوت ان پر ختم فرمایا اور بے انتہار حمتیں اوس رحیم و کریم کے اس محبوبِ خدا، خاتم الانبیاء صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحٰبِہِ الْمُقْتَدٰی پر نازل ہوں جن کے طفیل سے اللہ جل شانہ نے ہم کو اپنی نعمتہائے گوناگوں (نِعْمَتْ + ہائے + گُونا گُوں = بہت سی نعمتوں) سے سرفراز و ممتاز کیا۔

اور منجملہ (مِنْ + جُمْلَہ) ان کے، شعبان و رمضان وہ بابرکت مہینے ہم کو عطا فرمائے جن کی عبادت تمام مہینوں کی عبادت سے افضل ہے اور اللہ جلّ شانُہ ہم کو اور تمام اُمّتِ مرحومہ کو توفیقِ عمل عطا فرمائے اور اس رسالہ سے جس کا نام "فضائلِ شعبان" ہے تمام مسلمانوں کو فیض یاب کرے اور مجھ ہیچمدان (ہیچ + مَدان = نادان) سے اس خدمت کو قبول فرمائے۔

وھَا اَنَا اَشْرَعُ فِی الْمَقْصُوْدِ وَھُوَ نِعْمَ الْمَوْلٰی وَنِعْمَ الْمَعْبُوْدُ۔ (1)

---

(1) یعنی اور اب میں اصل مقصد (لکھنے) کا آغاز کرتا ہوں اور وہی (اللہ) بہترین مالک اور بہترین معبود ہے۔

[فضائلِ شعبان]

وَ فِی الْمُنْتَخَبِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَكُنْ يَصُومُ مِنْ شَهْرٍ مِنَ السَّنَةِ أَكْثَرَ مِنْ صِيَامِهِ مِنْ شَعْبَانَ، فَإِنَّهُ كَانَ يَصُومُ شَعْبَانَ كُلَّهُ، وَ كَانَ يَقُولُ: خُذُوا مِنَ الْعَمَلِ مَا تُطِيقُونَ، فَإِنَّ اللهَ تَعَالَى لَا يَمَلُّ حَتَّى تَمَلُّوا، وَ أَنَّهُ كَانَ أَحَبُّ الصَّلَاةِ إِلَيْهِ مَا دُووِمَ عَلَيْهَا وَإِنْ قَلَّتْ. رَوَاهُ ابْنُ زَنْجُوَيْهِ.

ترجمہ: منتخب کنز العمال میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کسی مہینے میں بارہ مہینوں سے اس قدر زیادہ روزے نہیں رکھتے تھے جس کثرت سے شعبان میں روزے رکھتے تھے اور تقریباً پورے ہی مہینے کے روزے رکھتے تھے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو فرماتے: بقدرِ طاقت نیک عمل شروع کرو! اللہ کسی کو طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا جب تک وہ اپنے اوپر لازم نہ کرلے۔ اور اللہ کو وہ نماز (نفل) سب سے زیادہ پسند جو ہمیشہ نبھا سکے گو (اگرچہ) کم ہی کیوں نہ ہو۔[1]

عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ امْرَأَةً ذَكَرَتْ لَهَا أَنَّهَا تَصُومُ رَجَبَ فَقَالَتْ: إِنْ كُنْتِ صَائِمَةً شَهْرًا لَا مَحَالَةَ فَعَلَيْكِ بِشَعْبَانَ فَإِنَّ فِيهِ الْفَضْلَ رَوَاهُ ابْنُ زَنْجُوَيْهِ.

ترجمہ: (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ) ایک عورت (نے ان سے ذکر کیا کہ وہ) رجب میں روزے رکھتی تھی، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے (اس عورت سے) فرمایا: اگر تجھ کو مہینے کے روزے رکھنے ہی ہیں تو شعبان کے رکھ، کہ اس ماہ میں زیادہ فضیلت ہے۔[2] یہ دونوں حدیث ابن زنجویہ سے منقول ہیں۔

---

(1) کنز العمال، 8/654، حدیث: 24583 (2) کنز العمال، 8/654، حدیث: 24585

عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ لَمْ أَرَكَ تَصُومُ مِنْ شَهْرٍ مِنَ الشُّهُورِ مَا تَصُومُ مِنْ شَعْبَانَ قَالَ: ذَاكَ شَهْرٌ يَغْفُلُ النَّاسُ عَنْهُ بَيْنَ رَجَبَ وَ رَمَضَانَ، وَ هُوَ شَهْرٌ تُرْفَعُ فِيهِ الْأَعْمَالُ إِلَى رَبِّ الْعَالَمِينَ فَأُحِبُّ أَنْ يُرْفَعَ عَمَلِي وَ أَنَا صَائِمٌ عَنِ ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ وَ ابْنِ زَنْجُوَيْهِ مُسْنَدِ أَبِي يَعْلٰى وَ ابْنِ أَبِي عَاصِمٍ و الباوردی۔

ترجمہ: حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے مروی ہے: فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم سے عرض کیا کہ شعبان سے زیادہ کسی مہینے میں، میں نے آپ کو روزہ رکھتے نہیں دیکھا؟ آپ نے فرمایا: یہ مہینا رجب اور رمضان کے بیچ میں ہے؛ لوگ اس سے غافل ہیں، اس میں اعمال حضورِ جنابِ باری میں پیش ہوتے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ میرے عمل روزہ کی حالت میں پیش ہوں۔ مسند ابو بکر بن ابی شیبہ وابنِ زنجویہ اور مسند ابو یعلی اور ابنِ ابی عاصم اور باوردی سے یہ حدیث منقول ہے۔ (1)

وَ اَخْرَجَ الشَّيْخُ عَبْدُ الْحَقِّ مُحَدِّثِ الدِّهْلَوِيُ رَحْمَةُ اللهِ فِي مَا ثَبَتَ بِالسُّنَّةِ مَرْوِيّاً بِرِوَايَةِ ابْنِ أَبِي الدُّنْيَا عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ قَالَ اِذَا كَانَ لَيْلَةُ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ دَفَعَ اِلٰى مَلَكِ الْمَوْتِ صَحِيفَةً فَقَالَ اِقْبِضْ مَنْ فِي هٰذِهِ الصَّحِيفَةِ فَاِنَّ الْعَبْدَ لَيَغْرِسُ الْغِرَاسَ وَيَنْكِحُ الْاَزْوَاجَ وَيَبْنِي الْبُنْيَانَ وَاِنَّ اسْمَهُ قَدْ نُسِخَ فِي الْمَوْتٰى۔

ترجمہ: شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ماثبت بالسنۃ میں بروایت ابن ابی الدنیا عطاء بن یسار سے روایت کرتے ہیں کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے فرمایا: جب شعبان کی پندرہویں شب (جو چودہ تاریخ کے بعد آتی ہے) ہوتی ہے تو شعبان سے اگلے شعبان

---

(1) کنز العمال، 8/655، حدیث: 24578

تک مرنے والوں کا دفتر حضرت ملک الموت کو دے دیا جاتا ہے کہ اس سال میں فلان فلان وقت ان کی جان قبض کرنا، پھر یہاں آدمی شادی بیاہ کرتا ہے، مکان بناتا ہے۔ حالانکہ (وہ) اس سال کے مُردوں سے ہوتا ہے۔[1] اس مضمون کی حدیث دیلمی سے بھی منقول ہے۔

وَرَوَی الدَّیْلَمِیُّ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ یُقْطَعُ الْآجَالُ مِنْ شَعْبَانَ اِلٰی شَعْبَانَ حَتّٰی اِنَّ الرَّجُلَ لَیَنْکِحُ وَیُوْلَدُ لَهٗ وَقَدْ خَرَجَ اسْمُهٗ فِی الْمَوْتٰی۔[2]

وَعَنِ اَبِیْ بَکْرِ الصِّدِّیْقِ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ یَنْزِلُ اللهُ تَعَالٰی اِلٰی سَمَاءِ الدُّنْیَا لَیْلَةَ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ فَیَغْفِرُ لِکُلِّ مُؤْمِنٍ اِلَّا رَجُلٍ مُشْرِکٍ اَوْ فِیْ قَلْبِهٖ شَحْنَاءُ رَوَاهُ الْبَیْهَقِیُّ۔

ترجمہ: حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے فرمایا کہ پندرھویں رات شعبان کو (جو چودہ اور پندرہ تاریخ کے درمیان ہوتی ہے) اللہ جل شانہ آسمانِ دنیا کی طرف اترتا ہے (یعنی تجلی خاص فرماتا ہے) اور تمام بدکاروں (یعنی گناہگار مومنوں) کو بخش دیتا ہے مگر مشرک کو اور جو دو مسلمان آپس میں دلی بغض رکھیں، وہ نہیں بخشے جاتے۔[3]

---

(1) ماثبت من السنہ، ص223

(2) ماثبت من السنہ، ص223
ترجمہ: اور امام دیلمی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ عمریں (زندگی کی مدتیں) ایک شعبان سے دوسرے شعبان تک طے کر دی جاتی ہیں، یہاں تک کہ ایک شخص شادی کرتا ہے اور اس کے ہاں بچہ پیدا ہوتا ہے، حالانکہ اس کا نام (اس سال) مرنے والوں کی فہرست میں نکل چکا ہوتا ہے۔

(3) ماثبت من السنہ، ص224

(فائدہ) لہٰذا تمام مسلمان سنی مقلدین اور مومن کو لازم ہے کہ آپس میں جس طرح ممکن ہو صلح کر لیں اور دنیوی بغض دل میں نہ رکھیں، اس واسطے کہ بوجہ مخالفتِ دین اللہ کے واسطے بغض رکھنا تو عینِ ایمان ہے۔ مرزائی، چکڑالوی، وہابی، رافضی، خارجی، گاندھویوں سے بغض اللہ کے واسطے لازم ہے، نہ کہ بوجہ دنیوی مخالفت کے۔

وَ عَنْ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا کَانَ لَیْلَۃُ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ فَقُوْمُوْا لَیْلَھَا وَ صُوْمُوْا نَھَارَھَا فَاِنَّ اللّٰہَ یَنْزِلُ فِیْھَا لِغُرُوْبِ الشَّمْسِ اِلٰی سَمَاءِ الدُّنْیَا فَیَقُوْلُ اَلَا مِنْ مُّسْتَغْفِرٍ فَاَغْفِرَ لَہٗ اَلَا مِنْ مُسْتَرْزِقٍ فَاَرْزُقَہٗ اَلَا مُبْتَلًی فَاُعَافِیَہٗ۔

ترجمہ: سیدنا علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے: جب پندرھویں رات شعبان کی آئے (تو اس) رات کو نفلیں پڑھو! اور پندرھویں تاریخ صبح کو روزہ رکھو! اس واسطے کہ چودھویں کو آفتاب غروب ہوتے ہی آسمانِ دنیا کی طرف اللہ جل شانہ تجلیِ خاص فرماتا ہے اور فرماتا ہے: ہے کوئی بخشش مانگنے والا اُس کے گناہ بخش دوں ہے! کوئی رزق طلب کرنے والا کہ اس کو رزق دوں! ہے کوئی مبتلائے بلا کہ اس کو عافیت دوں![1]

قَالَ الشَّیْخُ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نُزُوْلُ اللّٰہِ تَعَالٰی اِلَی السَّمَاءِ الدُّنْیَا یَکُوْنُ فِیْ کُلِّ لَیْلَۃٍ، لٰکِنْ یَخْتَصُّ ذٰلِکَ بِالثُّلُثِ الْاَخِیْرِ، وَفِیْ لَیْلَۃِ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ یَکُوْنُ مِنْ غُرُوْبِ الشَّمْسِ اِلَی الْفَجْرِ، وَلَا یَنْحَصِرُ ذٰلِکَ فِی الثُّلُثِ الْاَخِیْرِ، وَ ھٰذَا مِنْ فَضْلِ ھٰذِہِ اللَّیْلَۃِ، وَفِی الْحَدِیْثِ اَنَّ اللّٰہَ اَعَدَّ لِعِبَادِہٖ فِیْ ھٰذِہِ اللَّیْلَۃِ عَطَاءً عَظِیْمًا لَمْ یُعْلِمْنَا بِہٖ، لِقَوْلِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ

---

(1) ماثبت من السنہ، ص224

وَسَلَّمَ: أَلَا كَذَا أَلَا كَذَا حَتّٰى يَطْلُعَ الْفَجْرُ، كَذَا قَالُوا۔

ترجمہ (خلاصہ): حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نقلِ احادیثِ مذکورہ (کے بعد) تحریر فرماتے ہیں کہ یوں تو ہر روز بلاناغہ پچھلی تہائی رات کو بموجب روایاتِ صحیحہ یہ کرم اللہ کا ہوتا ہی رہتا ہے، مگر پندرھویں رات شعبان کو یہ کرم ساری رات غروبِ آفتاب سے طلوعِ آفتاب تک ہوتا رہتا ہے اور ایک حدیث میں آیا ہے کہ بے حد اس رات میں اللہ کا کرم ہوتا ہے۔

وَعَنْ نَوْفَلِ الْبِكَالِيِّ: أَنَّ عَلِيًّا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ خَرَجَ لَيْلَةً فِي النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ، فَأَكْثَرَ الْخُرُوجَ فِيهَا يَنْظُرُ الى سَمَاءِ الدُّنْيَا، فَقَالَ: إِنَّ دَاوُدَ خَرَجَ لَيْلَةً فِي مِثْلِ هٰذِهِ السَّاعَةِ فَنَظَرَ إِلَى السَّمَاءِ، فَقَالَ: إِنَّ هٰذِهِ السَّاعَةَ مَا دَعَا اللهَ فِيهَا أَحَدٌ إِلَّا أَجَابَهُ، وَلَا اسْتَغْفَرَهُ أَحَدٌ فِي هٰذِهِ اللَّيْلَةِ إِلَّا غَفَرَ لَهُ، مَالَمْ يَكُنْ عَشَّارًا أَوْ سَاحِرًا أَوْ كَاهِنًا أَوْ عَرِيفًا أَوْ شُرْطِيًّا أَوْ جَابِيًا أَوْ صَاحِبَ كُوبَةٍ أَوْ عَرْطَبَةٍ، قَالَ نَوْفَلٌ: اَلْكُوبَةُ وَالْعَرْطَبَةُ الطُّنْبُورُ۔

ترجمہ: نوفل بکالی سے مروی ہے (بروایت ابو موسیٰ اشعری) کہ پندرھویں رات شعبان کو علی کرم اللہ وجہہ کثرت سے آسمان کی طرف مکان سے نکل نکل کر دیکھتے تھے۔ پھر فرمایا کہ داؤد علیہ السلام نے ایسی ہی گھڑی میں گھر سے نکل کر آسمان کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ اس گھڑی میں جو اللہ سے کوئی مانگے اللہ قبول ہی فرماتا ہے اور جو بخشش طلب کرے اس کو اللہ بخش ہی دیتا ہے۔ مگر وہ ظالم چنگی والا اور جادوگر اور بذریعہ شیاطین غیب کی باتیں بتانے والا اور چودھری کسی قوم کا یا حاکم اور خفیہ پولیس کا آدمی اور کرایہ او قاف کا وصول کرنے والا (اس واسطے کہ اکثر یہ لوگ ظلم اور حق العباد سے بہت کم بچ سکتے ہیں، لہٰذا بصورت عدمِ عدل وانصاف) یہ نہیں بخشے جاتے اور ڈھولک، ستار طنبور بجانے والا اور جواری

بھی اس رات نہیں بخشا جاتا۔[1]

وَفِی حَدِیْثٍ إِنَّ اللهَ تَعَالَی لَیَطَّلِعُ فِی لَیْلَةِ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ فَیَغْفِرُ لِجَمِیعِ خَلْقِهِ إِلَّا لِمُشْرِكٍ أَوْ مُشَاحِنٍ، رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ عَنْ أَبِی مُوسَی.[2]

وَرَوَی سَعِیدُ بْنُ مَنْصُورٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ یَسَارٍ یَنْزِلُ اللهُ فِیهَا إِلَی السَّمَاءِ الدُّنْیَا فَیَغْفِرُ لِعِبَادِهِ كُلِّهِمْ إِلَّا لِمُشْرِكٍ أَوْ مُشَاحِنٍ أَوْ قَاطِعِ رَحِمٍ۔ وَرَوَی الْبَیْهَقِیُّ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ یَطَّلِعُ اللهُ لَیْلَةَ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ فَیَغْفِرُ لِجَمِیعِ خَلْقِهِ إِلَّا لِمُشْرِكٍ أَوْ مُشَاحِنٍ۔

ترجمہ: اور سعید بن منصور عطاء بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ جل شانہ اس رات میں آسمانِ دنیا کی طرف توجہ خاص فرماتا ہے اور اپنے تمام بندوں کو بخش دیتا ہے، سوائے مشرک اور باہمی دنیوی بغض رکھنے والے اور تعلق رشتہ داری قطع کرنے والے کی بوجہ بخل یا دنیوی جھگڑوں کے۔[3] اور یہی مفہوم حدیث بیہقی کا ہے۔[4]

---

(1) ماثبت من السنہ، ص225
نوفل فرماتے ہیں: کوبہ اور عرطبہ سے مراد طنبور ہے۔

(2) ترجمہ: بلاشبہ اللہ تعالیٰ نصف شعبان کی رات (رحمت کی) تجلی فرماتا ہے، پس اپنی تمام مخلوق کی مغفرت فرما دیتا ہے سوائے مشرک اور کینہ پرور کے۔ اسے ابن ماجہ نے ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

(3) ماثبت من السنہ، ص225
[بوجہ بخل یا دنیوی جھگڑوں کے]: یہ علت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث کا مدعا واضح کرنے کے لیے تفہیم و تشریح کے طور پر ذکر فرمائی ہے۔

(4) ماثبت من السنہ، ص226
یعنی اللہ تعالیٰ شعبان کی پندرہویں رات (اپنی مخلوق کی طرف) خصوصی توجہ فرماتا ہے، پس وہ اپنی تمام مخلوق کی مغفرت فرما دیتا ہے، سوائے شرک کرنے والے یا باہمی دنیوی بغض رکھنے والے کے۔

[ماہِ شعبان میں درودِ پاک کی برکت]:

اور نزہۃ المجالس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم سے مروی ہے کہ اپنے بدنوں کو ماہِ شعبان کے روزے رکھ کر رمضان کے واسطے پاک کر لو! کوئی مومن شعبان کی کسی ہی تاریخ میں تیس روزے رکھ کر کئی بار وقتِ افطار درود نہیں پڑھتا مگر اللہ اس کے پہلے گناہ بخش دیتا ہے اور اس کے رزق میں برکت کرتا ہے اور فرمایا: مجھ کو جبرئیل علیہ السلام نے خبر دی ہے کہ اللہ اس مہینے میں تین سو رحمت کے دروازے اپنے بندوں پر کھلے رکھتا ہے۔[1]

[رحمت کے کھلے دروازے اور شبِ برات]:

اور نیز نزہۃ المجالس میں ہے بحوالہ اقناع کہ جبرئیل علیہ السلام شبِ برات یعنی پندرھویں رات شعبان کو میرے پاس آئے اور عرض کیا کہ اے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم! اس رات میں زیادہ عبادت میں کوشش کرو! اس واسطے کہ اس رات میں حاجتیں پوری کی جاتی ہیں۔ یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم ساری رات مصروفِ کوشش تھے کہ پھر دوبارہ جبرئیل علیہ السلام حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اپنی امت کو یہ خوشخبری سنا دو کہ اللہ جل شانہ اس رات میں سوائے مشرک کے آپ کی تمام امت کو بخش دیتا ہے۔ پھر عرض کیا: آسمان کی طرف دیکھئے! حضور فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا: "جنت کے" اور ایک روایت میں ہے کہ "آسمان کے دروازے کھلے ہوئے تھے اور اول دروازے پر ایک فرشتہ یہ منادی کر رہا تھا کہ اس رات میں رکوع کرنے والوں کو خوشخبری ہو اور دوسرے دروازے پر یہ آواز بلند تھی کہ اس رات کے سجدہ کرنے والوں کو بشارت ہو اور تیسرے

---

(1) نزہۃ المجالس، 1/187

دروازے پر یہ ندا تھی کہ اس رات کے دعا مانگنے والوں کو مبارکباد اور چوتھے دروازے پر یہ صدا تھی کہ خوفِ خدا سے اس رات کے رونے والوں کو بشارت اور پانچویں دروازے پر فرشتہ یہ پکار رہا تھا کہ اس رات میں نیک عمل کرنے والوں کو مژدہ اور چھٹے دروازے پر یہ صدائے کرم تھی کہ کوئی سائل ہے جس کا سوال پورا کیا جائے! اور ساتویں دروازے پر یہ نداءِ مغفرت تھی کہ کوئی طالبِ مغفرت ہے کہ وہ بخش دیا جائے! میں نے کہا: جبرئیل یہ دروازے کب تک کھلے رہیں گے؟ عرض کیا: فجر تک۔ پھر کہا کہ قبیلۂ بنی کلب کی (جس سے زیادہ کوئی قبیلہ بھیڑ بکری نہیں رکھتا) بھیڑ بکریوں کے برابر اللہ جل شانہ اس رات میں جو آگ سے جلائے جانے کے عذاب میں مبتلا ہیں، اون کو عذابِ آتش سے آزاد فرماتا ہے۔ یہ کل مضمون نزہۃ المجالس کا ہے۔[1]

[عام مغفرت اور محروم رہنے والے لوگ]:

اور علاوہ نزہۃ کے یہ حدیث مشکوٰۃ شریف میں بروایت ترمذی و ابنِ ماجہ حضرت سیدتنا صدیقہ رضی اللہ عنہا سے اس طرح مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے: نصف شعبان (یعنی پندرھویں شبِ شعبان) کو خداوندِ کریم آسمانِ دنیا کی طرف نزولِ خاص فرماتا ہے اور قبیلہ کلب کی بکریوں کے بالوں سے بھی زیادہ آدمیوں کو بخش دیتا ہے۔[2] اور آخر بابِ قیامِ رمضان مشکوٰۃ شریف میں ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بحوالہ ابنِ ماجہ اور عبد اللہ بن عمرو ابن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بحوالہ مسند احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ مروی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم سے کہ شبِ نصف شعبان (یعنی

---

(1) نزہۃ المجالس، 1/188

(2) ترمذی، 2/108، حدیث: 739

پندرھویں شبِ شعبان) کو اللہ جل شانہ نظرِ رحمت سے اپنی مخلوق کو دیکھتا ہے اور تمام مخلوق کو بخش دیتا ہے، سوائے مشرک کے اور اوس شخص کے جو کسی مسلمان سے کینہ رکھتا ہو اور ایک روایت میں ہے سوائے اوس شخص کے جو کسی کو ناحق مار ڈالے۔[1]

[شبِ برات کے عملی تقاضے]:

لہٰذا تمام مسلمانوں پر لازم ہے کہ پندرھویں شبِ شعبان سے پہلے تمام گناہوں سے توبہ کر کے جس میں باہم دشمنی ہو مرد ہوں خواہ عورتیں، باہم صلح کر کے باہم شیر و شکر ہو جائیں اور اپنے دلوں کو باہمی بغض و عداوت اور کینہ سے پاک کر لیں اور ایسے (ہی) متبرک رات کی فضیلتوں سے محروم نہ رہیں، نہیں معلوم اگلے شعبان تک زندہ رہیں یا نہ رہیں اور چونکہ اس رات میں بموجب تفاسیر معتبرہ اور روایاتِ صحیحہ ترقیِ رزق اور تنگیِ قحط و ارزانیِ صحت و تندرستی موت اور بلا اور وبا وغیرہ جو کچھ اس سال میں مقدر ہے ہر شخص کے حق میں، اوس کے احکام اون فرشتوں کے نام جو ان کاموں پر معین ہیں، جاری ہوتے ہیں۔[2]

کھیل کود، آتش بازی، فضول خرچی، اسراف بیجا میں مشغول رہ کر دعا و دفعِ بلا و ترقیِ رزق اور طلبِ مغفرت اور دعا و مغفرتِ اموات اور خیر و خیرات و دفعِ صدقات سے غافل نہ رہیں اور زیادہ تر یہ دعا ماثورہ پڑھتے رہیں: اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنَّا۔[3]

اور یہ نماز جو اکثر مشائخِ طریقت سے مروی و ماثور ہے اور احیاء العلوم میں بھی امام غزالی علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں، اس رات میں پڑھنا موجبِ برکاتِ عظیم ہے۔

---

(1) مشکوۃ المصابیح، 1/115، حدیث: 1231

(2) ابنِ ماجہ، 2/399، حدیث: 1388

(3) ماثبت من السنہ، ص233

[شبِ برات کے سو رکعت نوافل]:

امام محمد غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مجلد ثالث مطبوعہ مصر مع الزبیدی احیاء العلوم میں تحریر فرماتے ہیں کہ پندرھویں شبِ شعبان میں دو دو رکعت کی نیت سے سو رکعت پڑھنا چاہیے۔ ہر رکعت میں بعدِ فاتحہ گیارہ گیارہ مرتبہ قُلْ ھُوَ اللّٰہُ (سورۃ الاخلاص) خواہ پانچ سلام کے ساتھ دس رکعت پڑھیں۔ ہر رکعت میں سو سو بار قُلْ ھُوَ اللّٰہُ (سورۃ الاخلاص) دونوں طرح سلف صالحین پڑھتے رہے ہیں اور موجبِ برکات فرماتے ہیں۔ بعدہٗ زیبِ قلم فرماتے ہیں کہ حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تیس اصحابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم سے مجھ کو یہ حدیث پہنچی ہے کہ جو شخص شبِ برات یعنی پندرھویں شبِ شعبان میں یہ سو رکعت یا دس رکعت پڑھتا ہے اُس کی طرف ستر بار اللہ تعالیٰ نظرِ رحمت سے دیکھتا ہے اور ہر نگاہِ رحمت میں اُس کی سترہ حاجتیں پوری کرتا ہے جن میں ادنیٰ حاجت مغفرت ہے۔[1]

علامہ زبیدی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو شرح احیاء میں بہت سندوں سے نقل کر کے اگرچہ اول سندوں کے اعتبار سے موضوع لکھا ہے۔[2] مگر ایسی کوئی حدیث نہیں نقل کی جو بواسطہ حسن تیس صحابہ سے منقول ہو۔ لہٰذا ان سندوں کے اعتبار سے موضوع ہونا مستلزم اس امر کا نہیں کہ جس سند سے حضرت امام غزالی جیسے محقق اور صوفیِ کامل (نقل) فرماتے ہیں، یہ بھی موضوع ہو۔

[شبِ برات کے چھ رکعت نوافل]:

پھر اخیر (آخر) میں علامہ زبیدی حنفی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ سلف و خلف صالحین

---

(1) اتحاف السادہ، 3/705

(2) اتحاف السادہ، 3/705

اولیاء اللہ سے یہ نماز اس طرح بھی منقول ہے کہ شبِ برات میں بعد نمازِ مغرب چھ رکعت نفل اس طرح پڑھنا چاہیے کہ ہر رکعت میں بعدِ سورۂ فاتحہ چھ چھ بار قُلْ هُوَ اللّٰهُ (سورۃ الاخلاص) اور ہر دو رکعت کے بعد سلام پھیر کر ایک بار یٰس اور بعدِ قراءت، یٰس (پڑھے اور) اول دو رکعت کے بعد کثرت سے یہ دعا مانگی جائے: اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنَّا۔ بعدہٗ دعا عمر میں برکت کی مانگنی چاہیے۔ پھر دوسری دو رکعت کے بعد یٰس پڑھ کر دعا ترقیِ رزق کرنا چاہیے۔ پھر آخر شفع یعنی دو رکعت کے بعد یٰس پڑھ کر دعا خاتمہ بالخیر وحسنِ خاتمہ کرنا چاہیے۔ صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ جو شخص یہ چھ رکعت اس طرح پڑھے، پھر جو دعا مانگے اللہ اس کو وہی عطا فرماتا ہے۔[1] خلاصۂ کلام یہ ہے کہ یہ رات کھیل کود اور اسرافِ مال آتش بازی وغیرہ میں ضائع نہ کی جائے۔

[آتش بازی وچراغاں کی رسم کا آغاز]:

مولانا عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ اپنی کتاب ما ثبت بالسنۃ کے صفحہ 214 بیانِ فضائلِ شعبان میں تحریر فرماتے ہیں کہ ہندوستان کے اکثر شہروں میں جو اس رات کثرت سے چراغ جلاتے ہیں اور آتش بازی چھوڑتے ہیں اور بجز (سوائے) ہند کے تمام عرب وعجم مغرب وغیرہ بلادِ اسلامیہ میں یہ رسم نہیں پائی جاتی غالباً یہ رسم برامکہ کی ہے، جو آتش پرست تھے اور بعدِ اسلام اپنی رسم پر قائم رہے اور انکی دیکھا دیکھی تمام مسلمان اس میں مبتلا ہو گئے۔[2] لہٰذا تمام مسلمانوں پر واجب ہے کہ اس بدعتِ بد (بری رسم) کو مٹا کر اس رات عبادت اور ایصالِ ثوابِ اموات میں مشغول رہیں اور حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ و

---

(1) اتحاف السادہ، 3/708

(2) ما ثبت بالسنۃ، ص237، 238

سلم اور جملہ امتِ مرحومہ کو ثوابِ طعام و کلام پہنچائیں اور دعا و مغفرت اپنے، پرائے جملہ (تمام) امت کے لیے کرتے رہیں۔

[چند غلط فہمیوں کا ازالہ]:

اور یہ خیال نہ کریں کہ اس رات حضرت سیدنا حمزہ سید الشہداء شہید ہوئے تھے اور حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کا دندانِ مبارک شہید ہوا تھا اور آپ نے حلوا تناول فرمایا تھا، اس واسطے حلوے پر فاتحہ ضروری ہے۔ (جبکہ) غزوۂ احد تو بالاتفاقِ مورخین ساتویں یا گیارہویں شوال کو واقع ہوا تھا۔[1] لہٰذا یہ عقیدہ کہ آج حلوا ہوا، بدعت ہے۔ البتہ! اگر یہ سمجھ کر حلوا بھی للہ (اللہ کے لیے) تقسیم کیا جائے کہ "آنحضرت عالم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم میٹھے سے محبت رکھتے تھے"، تو مضائقہ نہیں۔ ترمذی شریف میں ہے: كَانَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم يُحِبُّ الْحَلْوَاءَ وَالْعَسَلَ یعنی آنحضرت عالم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم میٹھی چیز اور شہد کو دوست رکھتے تھے۔[2] حق یہ ہے کہ یہ رات انعاماتِ ایزدی سے بڑی بابرکت رات ہے جس کی عام مسلمان کچھ قدر نہیں کرتے۔

[اُمّتِ محمدیہ کا مرتبہ اور شبِ برات کی فضیلت]:

نزهة المجالس میں علامہ عبد الرحمن صفوری رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں: روض الافکار میں ہے کہ سیدنا عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام کا ایک دن ایک پہاڑ پر گزر ہوا۔ ایک بڑا پتھر دیکھا کہ جس کی کرنیں آفتاب سے باتیں کرتی تھیں، کثرتِ آب و تاب سے اوس پر نگاہ نہیں ٹھہرتی تھی، اس کو دیکھ کر قدرتِ خدا کا معائنہ کرنے لگے اور حیران رہ

---

(1) مدارج النبوۃ، 2/173 (2) ترمذی، 3/415، حدیث: 1831

گئے۔ ارشاد ہوا کہ اے عیسیٰ! کیا اس سے بھی بڑھ کر ہماری قدرت کے عجائبات دیکھنا چاہتے ہو؟ عرض کیا: اس سے زیادہ بہتر اور کیا بات ہے؟ عرض کرتے ہی وہ پتھر پھٹا اور دیکھا کہ اس کے اندر بصورتِ محراب خلا ہے اور اوس میں ایک بزرگ سبز عصا ہاتھ میں (لئے) قریب ایک درختِ انگور خوشہ دار کے مشغولِ عبادت ہیں اور فرماتے ہیں: یہ انگور کھالیتا ہوں اور چار سو برس سے اسی پتھر میں عبادت میں مشغول ہوں۔ یہ سن کر حضرت سیدنا عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام نے جنابِ باری میں عرض کیا کہ میرے گمان میں تو نے اپنی مخلوقات سے افضل اس شخص سے کسی کو نہیں پیدا کیا۔ ارشاد ہوا کہ امتِ مرحومہ محمد رسول صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم سے جو شخص شبِ برات میں دو رکعت نفل بھی پڑھ لے گا اس کی چار سو برس کی عبادت سے وہ افضل ہو گا۔ یہ سن کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام عرض کرنے لگے کہ الٰہی! کیا اچھا ہوتا جو امتِ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم سے، میں ہوتا![1]

[عقیدۂ نزولِ عیسیٰ علیہ السلام]:

چنانچہ یہ دعا سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی مقبول ہوئی اور بعد الظہور امام مہدی علیہ الرحمۃ والرضوان بموجب احادیثِ صحیحہ صحیح مسلم و بخاری شریف عیسیٰ علیہ السلام منارۂ شرقی مسجدِ دمشق پر دو فرشتوں کے کاندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے آسمان سے نزولِ اجلال فرمائیں گے[2] اور امام مہدی علیہ الرحمۃ کے پیچھے نماز پڑھیں گے اور شریعتِ محمدی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ کے موافق بہ نیابتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم حکمرانی فرمائیں گے۔[3]

---

(1) نزہۃ المجالس، 1/188

(2) مسلم، 2/406، حدیث: 7373

(3) خصائص کبریٰ، 2/329

[تصاویر بنانے کی ممانعت]:

اور تمام مومن مسلمانوں پر لازم ہے کہ جاندار چیزوں کی تصویر کھینچنے، کھنچوانے اور تصاویر جاندار سے مکانات سجانے سے بھی ضرور اس شبِ مبارک سے پہلے توبہ کر لیں اور جہاں تک ممکن ہو اور تکلیف مالایطاق (حد سے زیادہ مشقت) لازم نہ آئے اپنے مکانات کو نجاستِ تصاویرِ ذی روح سے خواہ وہ اخبار ناول وغیرہ میں ہوں یا اور کسی کتاب میں ہیں، رات سے پہلے پاک کر لیں اس واسطے کہ جس مکان میں جاندار کی تصویر ہوتی ہے ملائکہ رحمت نہیں آتے۔[1] علامہ نبہانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے متعلق اپنی کتاب حجہ میں بہت سی صحیح حدیثیں نقل فرمائی ہیں جن میں سے بعض احادیث کا ترجمہ بنظرِ اختصار لکھ دیا جاتا ہے۔

بخاری شریف اور مسلم شریف میں ہے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ سے فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم فرماتے ہیں کہ سب آدمیوں میں سخت زیادہ عذاب کے مستحق قیامت کے دن تصویر کھینچنے والے ہوں گے۔[2]

نیز بخاری و مسلم میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم ایک بار سفر سے تشریف لائے، میں نے ایسا پردہ ڈال رکھا تھا جس میں جاندار چیزوں کی تصویریں تھیں۔ اوس کو دیکھ کر چہرۂ مبارک پر تغیر پیدا ہوا اور فرمایا: اے عائشہ! سب میں زیادہ سخت عذاب کے مستحق قیامت کے دن اللہ کی مخلوق کے مشابہ تصویر کھینچنے والے ہوں گے۔ لہٰذا میں نے اس پردہ کے ایسے ٹکڑے کر کے کہ تصویر مٹ جائے، تکیے بنا لئے۔[3]

---

(1) ترمذی، 4/498، حدیث: 2804
(2) بخاری، 5/220، حدیث: 5950
(3) بخاری، 5/230، حدیث: 5954

اور بخاری و مسلم میں ہے عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے کہ آپ نے ایک ایسا قالین خریدا تھا جس میں جانداروں کی تصویریں تھیں، اوس کو دیکھ کر سرورِ عالم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم دروازے سے باہر ہی کھڑے رہ گئے۔ میں نے آپ کی ناراضگی دیکھ کر عرض کیا کہ میں اللہ اور اللہ کے رسول کی طرف توبہ کرتی ہوں، ایسا میں نے کیا گناہ کیا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہُ علیہ واٰلہٖ وسلم نے فرمایا: یہ قالین کیسا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ آپ کے بیٹھنے اور تکیہ لگانے کو میں نے خریدا ہے۔ فرمایا: ان تصویروں کے کھینچنے والے قیامت کے دن عذاب دیئے جائیں گے اور اُن سے کہا جائے گا کہ ان تصویروں کو زندہ کرو اور بیشک جس گھر میں تصویر ہوتی ہے، ملائکہ رَحمت اوس میں نہیں آتے۔ (1)

اور مسلم شریف میں ہے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا سے کہ حضرت جبرئیل رسول اللہ صلی اللہُ علیہ واٰلہٖ وسلم سے ایک وقتِ معین پر آنے کا وعدہ کر گئے تھے مگر اس وقت نہ پہنچے، آپ کے دستِ مبارک میں عصا تھا، اوس کو ہاتھ سے ڈال دیا اور فرمایا کہ اللہ اور اللہ کا رسول وعدہ خلافی نہیں فرماتا۔ کہ یکایک آپ نے دیکھا کہ چارپائی کے نیچے کتے کا پلہ ہے۔ آپ نے فرمایا: ”یہ کب آگیا میں نے عرض کیا مجھے خبر نہیں، اوس کو نکلوایا تھا کہ۔ جبریل علیہ السلام حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہُ علیہ واٰلہٖ وسلم نے فرمایا کہ وعدہ پر کیوں نہ آئے؟ عرض کیا: کتے کی وجہ سے۔ جس گھر میں کتا اور تصویر ہوتی ہے ہم نہیں داخل ہوتے۔ (2) الٰہی ہم کو توفیقِ عمل دے۔ آمین

---

(1) بخاری، 4/435، حدیث: 5181

(2) مسلم، 2/207، حدیث: 5511

[فیضانِ رمضان]

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَیْكُمُ الصِّیَامُ[1] (نوح:183)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِی شرفنا لصیامِ شھرِ رمضانَ وجعلَہٗ کفارۃً للأثامِ والحمدُ للّٰہِ الذی و الصلوٰۃ و السلامُ علیٰ سیدِ الانسِ و الجانِّ و علیٰ آلہٖ و اصحابہٖ ذوی العزۃِ و الکرامۃِ و الشانِ امّا بعدُ:

واضح ہو کہ رمضان کے شروع ہوتے ہی ہر مرد و عورت، مسلمان، عاقل، بالغ پر روزہ رکھنا فرض ہو جاتا ہے۔ قرآنِ مجید میں اللہ جل شانہ فرماتا ہے: فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْیَصُمْهُ ؕ یعنی جو تم میں سے رمضان کو پائے وہ ضرور روزہ رکھے۔[2] اسی واسطے جو کوئی روزہ کی فرضیت کا انکار کرے یا روزہ رکھنے والوں کی تحقیر کرے جیسے بعض بے سمجھ کہہ بیٹھتے ہیں کہ جس کے گھر اناج نہ ہو وہ روزہ رکھے۔ تو شریعت میں مسلمان نہیں رہتا بسببِ انکار اور تحقیرِ حکمِ قطعی الثبوت کلام اللہ کے۔[3] لہٰذا اوس کو چاہیے کہ توبہ کرکے کلمۂ طیبہ اور اٰمنْتُ باللّٰہ پڑھے۔ آئندہ ایسے کلمات کے کہنے سے عہد کرکے از سرِ نو تجدیدِ اسلام کرے اور چونکہ ایسے کلمات کے کہنے سے اس کی جورو (بیوی) نکاح سے خارج ہو جاتی ہے۔ از سرِ نو کم از کم دو مرد مسلمان یا ایک مرد دو عورت مسلمان کو گواہ کرکے اُن کے سامنے

---

(1) ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو تم پر روزے فرض کیے گئے۔

(2) پ2، البقرۃ:185

(3) بہارِ شریعت، 2/465، حصہ:9 ماخوذاً

ایجاب و قبول کرے یعنی از سرِ نو (دوبارہ) نکاح کرے۔ حائضہ اور نفسا عورت جن کے بچہ پیدا ہوا ہو اس کو ایامِ حیض میں روزہ رکھنا درست نہیں۔ اتنے دن کے روزے بعدِ رمضان قضا کرے۔[1]

رمضان کے روزوں کا کس قدر ثواب ہے اور رمضان کی کیا کیا فضیلت ہے؟

بخاری شریف اور مسلم میں ہے: عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ اِذَا دَخَلَ رَمَضَانَ فُتِحَتْ اَبْوَابُ السَّمَاءِ وَ فِیْ رِوَایَةٍ فُتِحَتْ اَبْوَابُ الْجَنَّةِ وَ غُلِّقَتْ اَبْوَابُ جَهَنَّمَ وَ سُلْسِلَتِ الشَّیَاطِیْنُ۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے: جب رمضان شروع ہوتا ہے۔ آسمان کے دروازے اور ایک روایت میں ہے کہ جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور شیاطین کو پاجولاں (بند) کر دیا جاتا ہے۔[2]

اور نیز بخاری اور مسلم شریف میں ہے: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ فِی الْجَنَّةِ ثَمَانِیَةُ اَبْوَابٍ مِنْهَا بَابٌ یُسَمّٰی الرَّیَّانَ لَا یَدْخُلُهٗ اِلَّا الصَّائِمُوْنَ۔

ترجمہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم فرماتے ہیں کہ جنت کے آٹھ دروازے ہیں جن میں سے ایک کا نام ریان یعنی تر و تازگی کا دروازہ ہے جس سے بجز (علاوہ) روزہ داروں کے اور کوئی نہیں داخل ہو گا۔[3]

---

(1) ہدایہ، 1/33

(2) بخاری، 2/202، حدیث: 1898، 1899

(3) بخاری، 3/202، حدیث: 3257

بخاری شریف میں ہے:عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ صَامَ رَمَضَانَ اِیْمَانًا وَّ احْتِسَابًا غُفِرَ لَہٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ وَ مَنْ قَامَ رَمَضَانَ اِیْمَانًا وَّ احْتِسَابًا غُفِرَ لَہٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ۔

ترجمہ: حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم فرماتے ہیں: جس نے بتقاضاءِ ایمان اور ثواب کی نیت سے رمضان کا روزہ رکھا، اُس کے پہلے کل گناہ بخشے جاتے ہیں اور جس نے رمضان کی راتوں میں قیام کیا یعنی تراویح میں تو اُس کے پہلے کل گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔[1] مطلب یہ ہے کہ روزہ سے جب گناہ بخشے جاتے ہیں تو تراویح سے اور بخشش بر بخشش ہوتی ہے۔

[رمضان کی بہاریں اور رحمتوں کا نزول]:

مشکوٰۃ شریف میں ہے:عَنْ سَلْمَانَ الْفَارِسِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ،قَالَ خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ اٰخِرِ یَوْمٍ مِّنْ شَعْبَانَ فَقَالَ یَا اَیُّھَا النَّاسُ قَدْ اَظَلَّکُمْ شَھْرٌ مُبَارَکٌ شَھْرٌ فِیْہِ لَیْلَۃٌ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَھْرٍ جَعَلَ اللّٰہُ صِیَامَہٗ فَرِیْضَۃً وَ قِیَامَ لَیْلِہٖ تَطَوُّعًا مَنْ تَقَرَّبَ فِیْہِ بِخَصْلَۃٍ مِّنَ الْخَیْرِ کَانَ کَمَنْ اَدّٰی فَرِیْضَۃً فِیْمَا سِوَاہُ وَ مَنْ اَدّٰی فَرِیْضَۃً فِیْہِ کَانَ کَمَنْ اَدّٰی سَبْعِیْنَ فَرِیْضَۃً فِیْمَا سِوَاہُ وَ ھُوَ شَھْرُ الصَّبْرِ وَ الصَّبْرُ ثَوَابُہُ الْجَنَّۃُ وَ شَھْرُ الْمُوَاسَاتِ وَ شَھْرٌ یُّزَادُ فِیْہِ رِزْقُ الْمُؤْمِنِ مَنْ فَطَّرَ فِیْہِ صَائِمًا کَانَ لَہٗ مَغْفِرَۃً لِّذُنُوْبِہٖ وَ عِتْقَ رَقَبَتِہٖ مِنَ النَّارِ وَ کَانَ لَہٗ مِثْلُ اَجْرِہٖ مِنْ غَیْرِ اَنْ یَّنْقُصَ مِنْ اَجْرِ الصَّائِمِ شَیْءٌ قُلْنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ لَیْسَ کُلُّنَا نَجِدُ مَا یُفَطِّرُ بِہِ الصَّائِمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَ

---

(1) بخاری، 1/36، حدیث:37،38

سَلَّمَ وَ اٰلِہٖ وَ بَارَکَ وَ سَلَّمَ یُعْطِی اللّٰہُ ھٰذَا الثَّوَابَ مَنْ فَطَّرَ صَائِمًا عَلٰی مَذْقَۃِ لَبَنٍ اَوْ تَمْرَۃٍ اَوْ شَرْبَۃٍ مِّنْ مَاءٍ وَ مَنْ اَشْبَعَ صَائِمًا سَقَاہُ اللّٰہُ مِنْ حَوْضِیْ شَرْبَۃً لَّا یَظْمَأُ حَتّٰی یَدْخُلَ الْجَنَّۃَ وَ ھُوَ شَھْرٌ اَوَّلُہٗ رَحْمَۃٌ وَّ اَوْسَطُہٗ مَغْفِرَۃٌ وَّ اٰخِرُہٗ عِتْقٌ مِّنَ النَّارِ وَ مَنْ خَفَّفَ عَنْ مَّمْلُوْکِہٖ فِیْہِ غَفَرَ اللّٰہُ لَہٗ وَ اَعْتَقَہٗ مِنَ النَّارِ۔

ترجمہ: حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے: فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے شعبان کے اخیر دن میں ہم کو وعظ فرمایا کہ اے لوگو! تم پر بڑی برکت والے مہینے نے سایۂ رحمت ڈالا ہے۔ اس مہینے میں ایک رات ہے جس کا ثواب تراسی برس چار مہینے کی عبادت کے برابر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس مہینے کے روزے فرض کئے ہیں اور اس مہینے کی رات کا قیام سنت (ہے)۔ جو کوئی اس مہینے میں اللہ تعالیٰ سے نزدیکی حاصل کرے کسی بھلائی کے ساتھ تو اوس کو اتنا ثواب ملے گا جتنا اور دنوں میں فرض کا ثواب ملتا ہے اور دوسرے دنوں میں جتنا ستر فرض کا ثواب ملتا ہے رمضان میں اُتنا ایک فرض کا ثواب ملتا ہے۔ یہ مہینا صبر کا ہے اور صبر کا بدلہ جنت ہے۔ یہ مہینا باہم سلوک و محبت سے گزران (بسر) کرنے کا ہے۔ اس مہینا میں مومن کا رزق بڑھا دیا جاتا ہے۔ جو کوئی اس مہینا میں افطار کے وقت کسی روزہ دار کو کھانا کھلائے اس کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں اور (اس کو) جہنم سے آزاد کر دیا جاتا ہے اور جتنا اس کو ثواب ملا ہے جس کو کھانا کھلایا اُتنا ہی ثواب اللہ جل شانہ اپنی طرف سے کھانا کھلانے والے کو دیتا ہے بغیر اس کے کہ اُس کا ثواب کچھ کم کیا جائے۔ ہم نے عرض کیا: ہم سب تو اتنی طاقت نہیں رکھتے کہ روزہ دار کو شکم سیر کھانا کھلائیں! (تو) آپ نے فرمایا: جو ایک گھونٹ دودھ پر یا ایک کھجور پر اور دوسری روایت میں ہے: اگرچہ ایک ٹکڑے کھجور پر یا ایک گھونٹ پانی پر

کسی کا افطار کے وقت روزہ افطار کرا دے تو اُس کو بھی اتنا ہی ثواب ملتا ہے اور جو کوئی کسی کو پیٹ بھر کر افطار کرا دے اُس کو اللہ میرے حوض سے وہ پانی پلائے گا کہ جنت میں داخل ہونے تک میدانِ حشر میں بھی پیاس نہ لگے گی۔ اس مہینے کے اول میں نزولِ رحمت ہوتا ہے [یہ وہ مہینا ہے جس کے اول میں رحمت، بیچ میں بخشش اور آخر میں آگ سے آزادی ہے اور جو اس مہینا میں اپنے غلام سے تخفیف کرے تو اللہ اسے بخش دے گا اور آگ سے آزاد کر دے گا]۔[1]

اور منجملہ روزہ کو سب گناہ بخشے جاتے ہیں یعنی متواتر روز مرہ کی بخششوں کے ساتھ بخشش مرتبۂ کمال کو پہنچ جاتی ہے اور آخرِ رمضان کو جہنم سے آزادی ملتی ہے۔ مگر افسوس! اُن لوگوں پر ہے کہ عید کے نماز پڑھتے ہی پھر سامانِ جہنم میں مشغول ہو جائیں اور بجائے خوشیٔ مغفرت کے کہ وہ غریبوں مسکینوں کو کھانا کھلانا تھا، یتیموں کو دینا، اُن کے سر پر ہاتھ رکھنا، بیوہ عورتوں کی خبر لینا۔ (مگر) رنڈی نچائیں، ڈومنی بلا کر گوائیں، بجوائیں، اسی دن سے نماز کو خیر باد کہیں۔ حالانکہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ جو کوئی نمازِ پنجگانہ پر محافظت نہ کرے وہ فرعون، نمرود کے ساتھ جہنم میں ہو گا[2] اور دوسری روایت میں

---

(1) مشکوۃ المصابیح، 1/173، حدیث: 1866

(2) متن میں مذکور "نمرود" کا نام تلاش کے باوجود احادیث کی کتابوں میں نہیں مل سکا۔ ممکن ہے قبلہ شاہ صاحب کے سامنے کوئی اور روایت ہو۔ بہر حال اس مضمون کی جو روایت کتبِ حدیث میں ملتی ہے، اس کے الفاظ یہ ہیں: وَمَنْ لَمْ يُحَافِظْ عَلَيْهَا.. ، وَكَانَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَعَ قَارُونَ وَفِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَأُبَيِّ بْنِ خَلَفٍ یعنی: اور جو اس پر (نماز) پابندی نہ کرے گا... اور وہ قیامت کے دن قارون، فرعون، ہامان اور ابی بن خلف کے ساتھ ہو گا۔ (مشکوۃ المصابیح، 1/58، حدیث: 530)

ہے: جو کوئی ایک وقت کی نماز قصداً ترک کرے ستّر حقبہ دوزخ میں جلے گا اور ایک حقبہ اسی ستر برس کا ہوتا ہے[1] اور حدیثِ صحیح میں ہے: جو کوئی قصداً غیر عورت پر نظر ڈالے، اُس کی آنکھوں میں جہنم کا کھولتا سیسہ بھرا جائے گا۔[2]

[قوالی کے متعلق امام غزالی کا فرمان]:

علیٰ ھٰذا قوالی اگرچہ بعض کے نزدیک جائز ہے۔ مگر اُس میں امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ اگر تین دن کا متواتر فاقہ ہو اور آدمی ذاکر شاغل ایسا ہو کہ اگر ایک طرف عمدہ کھانے چنے ہوئے ہوں اور ایک طرف جائز طریق پر قوالی ہو تو اُس کو باوصف تین دن کے فاقے کے کھانے کا خیال بھی نہ ہو۔ ایسے کو تنہا اگر سنے تو جائز ہے۔ مگر دوسروں پر بلاشبہ حرام ہے۔[3]

مسلمانو! یہ مہینا بڑی خیر و برکت کا ہے، اس میں خوب کمائی کر لو اور پھر بعدِ عید اُس کو گناہوں کے ساتھ ضائع مت کرو۔

[مقبولِ الٰہی اعمال اور رمضان کی بہاریں]:

دیکھو نزھۃ المجالس میں ہے:

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ مَنْ حَضَرَ مَجْلِسًا مِنْ مَجَالِسِ الذِّکْرِ فِی رَمَضَانَ کَتَبَ اللّٰہُ لَہٗ بِکُلِّ قَدَمٍ عِبَادَۃَ سَنَۃٍ وَیَکُوْنُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ مَعِیَ تَحْتَ الْعَرْشِ، وَ مَنْ

---

(1) کتبِ لغت و تفسیر میں حقب کی مقدار عمومی طور پر 80 برس بتائی گئی ہے، جبکہ متن میں 70 برس مذکور ہے۔ واللہ اعلم۔ (تفسیر روح البیان، 2/276)

(2) ہدایہ، 3/368

(3) امام غزالی کے اس قول کی تخریج کوشش کے باوجود نہیں ہو سکی۔

دَاوَمَ عَلَى الْجَمَاعَةِ فِي رَمَضَانَ أَعْطَاهُ اللهُ بِكُلِّ رَكْعَةٍ مَدِينَةً مِنْ نُورٍ، وَمَنْ بَرَّ وَالِدَيْهِ بِمَا تَنَالُ يَدُهُ نَظَرَ اللهُ إِلَيْهِ بِالرَّأْفَةِ وَالرَّحْمَةِ وَأَنَا كَفِيلُهُ، وَمَا مِنِ امْرَأَةٍ تَطْلُبُ رِضَا زَوْجِهَا فِي رَمَضَانَ إِلَّا كَانَ لَهَا عِنْدَ اللهِ ثَوَابُ مَرْيَمَ وَآسِيَةَ، وَمَنْ قَضَى حَاجَةَ مُسْلِمٍ فِي رَمَضَانَ قَضَى اللهُ لَهُ أَلْفَ أَلْفِ حَاجَةٍ، وَمَنْ تَصَدَّقَ فِيهِ بِصَدَقَةٍ إِلَى فَقِيرٍ ذِي عِيَالٍ كَتَبَ اللهُ أَلْفَ أَلْفِ حَسَنَةٍ وَمَحَا عَنْهُ أَلْفَ أَلْفِ سَيِّئَةٍ وَرَفَعَ لَهُ أَلْفَ أَلْفَ دَرَجَةٍ۔

ترجمہ: حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم فرماتے ہیں: جو کوئی رمضان میں مجلسِ وعظ میں حاضر ہو، اُس کے ہر قدم پر برس دن (یعنی سال بھر) کی عبادت کا ثواب لکھا جاتا ہے اور قیامت کے دن وہ شخص میرے ساتھ سایۂ عرش کے نیچے ہو گا اور جو شخص رمضان میں نمازِ جماعت پر ہمیشگی کرے گا، اس کو بعوض ہر رکعت کے (یعنی ہر رکعت کے بدلے) جنت میں ایک نورانی شہر عطا کیا جائے گا اور جو کوئی رمضان میں اپنے ماں باپ کے ساتھ خدمت اور احسان اور سلوک کے ساتھ پیش آئے، اپنی طاقت کے موافق جو کچھ بھی رکھتا ہو، اللہ تعالیٰ اُس کو اپنا منظورِ رحمت فرمائے گا اور میں اُس کا کفیل ہوں گا اور جو عورت رمضان میں اپنے شوہر کو خوش رکھنے کی کوشش کرے، اُس کو حضرت مریم اور آسیہ علی نبینا وعلیہما الصلاۃ والسلام کے برابر ثواب عطا کیا جائے گا اور جو رمضان میں کسی مسلمان کی حاجت پوری کر دے، اللہ تعالیٰ اُس کی ایک لاکھ حاجتیں پوری کرے گا اور جو کوئی کسی محتاج کنبہ والے کو رمضان میں اللہ (کے) واسطے دے، اُس کے نامۂ اعمال میں ایک لاکھ نیکی لکھی جاتی ہیں اور ایک لاکھ گناہ مٹا دیئے جاتے ہیں اور جنت میں ایک لاکھ درجے بلند کر دیئے جاتے ہیں۔[1] لہٰذا اس مہینے میں تو

(1) نزہۃ المجالس، ص 191

ضرور جھوٹ، دغابازی، غیبت (نیز) تمام برے کاموں سے پرہیز لازمی ہے۔

[روزے کا اصل مقصد]:

مشکوٰۃ شریف میں حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم فرماتے ہیں: جو شخص مکر و فریب کے کام اور مکر و فریب کی بات نہ چھوڑے، اللہ تعالیٰ کو اُس کے کھانا پانی چھوڑنے کی حاجت نہیں ہے۔[1] یعنی روزے سے یہ مقصود نہیں ہے کہ تم بھوکے پیاسے رہو، بلکہ مقصود یہ ہے کہ تم متقی بن جاؤ۔ پھر تم پر یہ کرم ہے کہ

[سحری اور افطاری کب کرنی چاہیے؟]

آنحضرت صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم فرماتے ہیں: قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی اَحَبُّ عِبَادِیْ اِلَیَّ اَعْجَلُھُمْ فِطْرًا یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندوں سے میرا زیادہ پیارا وہ بندہ ہے کہ افطار میں جلدی کرے۔[2] یعنی اتنی دیر نہ کرے کہ ستارے نمودار ہو جائیں۔ یہ حدیث نزھۃ المجالس کی ہے اور اسی میں مسند امام احمد سے ہے: قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَزَالُ النَّاسُ بِخَیْرٍ مَا عَجَّلُوا الْفِطْرَ وَاَخَّرُوا السُّحُوْرَ یعنی حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم فرماتے ہیں: ہمیشہ رہیں گے آدمی بھلائی میں جب تک افطار میں جلدی کریں گے اور سحری اخیر وقت کھائیں گے۔[3]

[رمضان اور روزہ کے مسائل]:

(1) سحری سنت ہے۔ خواہ ایک گھونٹ پانی ہی پی لے۔ روزہ اوّل وقت افطار کرنا سنت

---

(1) مشکوٰۃ المصابیح، 1/176، حدیث: 1900

(2) مشکوٰۃ المصابیح: 1/175، حدیث: 1890

(3) نزہۃ المجالس، ص196

ہے۔ افطار میں اتنی تاخیر کرنا کہ ستارے نمودار ہو جائیں مکروہ ہے۔[1]

(2) جب مشرق کی طرف سے سیاہی بشکلِ غبار نمودار ہو اور گرد و غبار سے مطلع صاف ہو، یہی اوّل وقت افطار کا ہے، اُسی کے انداز سے گرد و غبار اور ابر کے دن گھڑی سے اور اطمینانِ قلب دس، پانچ تجربہ کار لوگوں سے افطار کیا جائے۔

(3) اور جیسے صاف مطلع میں اول وقت افطار کرنا سنت ہے۔ ابر کے دن بعد وقت معمولی تاخیر مستحب ہے۔[2] طلوع اور غروبِ آفتاب کی تحقیق کے بعد جتنی رات ہو اُس کے چھ حصے کھانے پینے کے ہیں اور طلوعِ آفتاب تک ساتویں حصہ سے صبحِ صادق شروع ہو جاتی ہے۔ مثلاً: اگر رات سات گھنٹے کی ہو طلوعِ آفتاب تک چھ گھنٹے کھانے کے ہوں گے اور ایک گھنٹہ چھوڑنے کا۔[3]

(4) سحری اخیر وقت کھانا مستحب ہے۔[4] افضل کھجور سے افطار کرنا ہے۔ بلکہ نزہۃ المجالس کی ایک روایت میں ہے کہ کھجور یا چھوہارے پر افطار کرنے سے ایک نماز کا ثواب چار سو نماز کی برابر ہو جاتا ہے۔[5] سحری کھانا موجبِ برکت و نزولِ رحمت ہے۔ اتحاف السادۃ صفحہ ۱۳۳ جلد چہارم میں مسند ابو یعلیٰ سے منقول ہے، حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يُحِبُّ اَنْ يُفْطِرَ عَلٰى ثَلٰثِ تَمَرَاتٍ اَوْ

---

(1) مراۃ المناجیح، 3/145

(2) نور الایضاح، ص508

(3) یہ وقت صبح صادق کا احتیاطاً فقہانے لکھا ہے۔ ورنہ صبح صادق اس وقت سے پیدا ہوتی ہے اردو میں جس کو پھوٹنا کہتے ہیں، وہ اس سفیدی کا نام ہے جو مشرق سے ظاہر ہو کر کناروں آسمان پر پھیلتی چلی جاتی ہے۔ (۱۲ منہ)

(4) بہار شریعت، 1/998، حصہ: 5

(5) نزہۃ المجالس، 1/196

شَیْءٍ لَّمْ تَمَسَّهُ النَّارُ یعنی حضور سرورِ عالم صلی اللہُ علیہ واٰلہٖ وسلم تین کھجوروں پر افطار کرنے کو دوست رکھتے تھے۔ یا ایسی چیز سے جس کو آگ نے نہ چھوا ہو اور ایک روایت میں آیا ہے کہ اگر کھجور نہ ہو تو پانی سے افطار کرنا افضل ہے۔[1]

(5) اور شریعت میں (روزہ) مسلمان مرد اور عورت غیر حائضہ اور نفسا (یعنی وہ عورت جو حالت حیض و نفاس میں نہ ہو، اس) کے کھانے پینے اور جماع کے چھوڑنے کو کہتے ہیں صبحِ صادق سے غروبِ آفتاب تک نیتِ روزہ کے ساتھ۔[2]

(6) روزۂ رمضان اور نذرِ معین[3] کہتے ہیں اور نفل روزہ کی نیت دوپہر شرعی سے پہلے کر سکتے ہیں اور بہتر یہی ہے کہ مغرب سے صبحِ صادق تک نیت کر لے۔ ان تینوں روزوں کی اگر بلا تعینِ فرض و نفل مطلقاً روزہ ہی کی نیت کر لی جائے کافی ہے۔[4]

(7) اور اگر مطلقاً نذر مانی جائے کہ میرا یہ کام ہو جائے گا تو میں لِلّٰہ (اللہ کے لیے) ایک روزہ رکھوں گا، یہ روزہ جب تک یہ نیت نہ کی جائے کہ نذر کا روزہ رکھتا ہوں (محض) نذر سے ادا نہ ہو گا۔[5]

(8) اُنتیس ۲۹ شعبان کو جب تک چاند نہ دیکھا جائے اور ابر و غبار کے دن جب تک ایک متقی پرہیز گار نمازی مرد یا عورت بالغ عاقل کی خبر چاند کا دیکھنا ثابت نہ ہو جائے، تیس ۳۰ شعبان کو روزہ رکھنا درست نہیں[6] اور تیس تاریخ کے چاند کا دیکھنا مستحب ہے۔ مگر اُس کے ثبوت

---

(1) ترغیب وترہیب: 2/92

(2) بہار شریعت، 1/966، حصہ: 5

(3) نذر معین کہتے ہیں کسی خاص دن کے روزہ معین کر کے، مثلاً جمعہ یا پیر وغیرہ کی نذر ماننا۔ (۱۲ منہ)

(4) بہار شریعت، 1/970، حصہ: 5

(5) بہار شریعت، 1/971، حصہ: 5

(6) بہار شریعت، 1/975، حصہ: 5

کے لئے نہ دیکھنے کی رخصت ہے، نہ ثبوت کی کسی عادل کی خبر سے۔

(9) اور اگر کسی نے رمضان یا عید الفطر کا چاند دیکھ لیا اور قاضی یا حاکمِ شریعت نے اُس کی شہادت رد کر دی تو رمضان کے روزے رکھنا شروع کر دے اور مجرد اپنے دیکھنے پر عید کا دن سمجھ کر افطار نہ کرے اور اگر روزہ شروع نہ کیا اور عید سمجھ کر اپنی رویت کے اعتبار سے روزہ نہ رکھا، (تو) قضا اُس روزہ کی لازم ہو گی۔ البتہ! کفارہ لازم نہ ہو گا۔[1]

(10) بحر الرائق میں ہے: اُنتیس ۲۹ رمضان کو اگر ابر و غبار ہو، دو آدمی متقی پرہیز گاروں کی خبر پر اگر وہاں حاکمِ اسلام اور قاضی نہ ہو تو لوگوں کو مناسب ہے کہ روزہ رکھیں اور دو عادل مسلمانوں کی خبر پر افطار کر لیں[2] اور اگر قاضی مفتی ہو تو عادل مسلمانوں کا شہادت دینا اور دعویٰ رویت[3] کرنا قبولِ شہادت کے لئے ضروری ہے۔

(11) جو شخص مرد خواہ عورت چاند دیکھے اور پھر قاضی یا عالمِ معتبر کے پاس اور جہاں قاضی ہو اُن مسلمانوں کے پاس جو بعدِ قبولِ شہادت چاند کی عموماً سب مسلمانوں کو اطلاع دے سکیں، شہادت نہ دے تو وہ شخص عدمِ ادائے شہادت کہ جو اس پر واجب تھی، فاسق ہو جاتا ہے۔ پھر اگر بعد گزر جانے وقتِ شہادت کے گواہی دی اُس کی خبر یا گواہی قبول کرنا درست نہیں (عالمگیری)۔[4]

(12) تیس ۳۰ شعبان کو اس نیت سے روزہ رکھنا کہ اگر چاند ہو گیا رمضان کا روزہ رکھتا ہوں ورنہ نفل روزہ رکھتا ہوں موجبِ نافرمانیِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم ہے اور مکروہ

---

(1) بہار شریعت، 1/975، حصہ: 5

(2) البحر الرائق، 2/286

(3) رویت چاند دیکھنے کو کہتے ہیں۔ (۱۲ منہ)

(4) فتاوی رضویہ، 10/457

ہے۔[1] مگر بلا قصدِ روزۂ رمضان اس نیت سے تیس شعبان کو روزہ رکھا جائے کہ نفل روزہ رکھتا ہوں یا ہر مہینے کے آخر میں یہ شخص ہمیشہ روزہ رکھتا تھا یا تیس شعبان یا جمعرات یا جمعہ یا پیر کی ہوئی اور یہ ہمیشہ ان دنوں میں روزہ رکھتا تھا، اس صورت میں اگر روزہ رکھا جائے مضائقہ نہیں۔ پھر اگر گواہی سے وہ دن رمضان کا ثابت ہو گیا تو وہ روزہ نفل نہ رہے گا۔ بلکہ رمضان سے شمار کیا جائے گا۔[2]

(13) اگر مطلع صاف ہو اور چاند نظر نہ آئے اور مختلف جگہ کے اس قدر لوگ اطراف و جوانب یا بلند مقاموں سے آکر خبر دیں کہ ہم نے ۲۹ تیس کو چاند دیکھا ہے، اُن کی خبر سے یقین آ جائے تو ان کی خبر پر روزہ رکھ لیا جائے اور نیز روزہ افطار کر لیا جائے[3] اور عید دوسرے دن ادا کی جائے۔ باقی سب چاندوں کا حکم مثلِ عید کے چاند کے ہے۔

(14) اور صحیح اور مفتٰی بہٖ یہی روایت ہے کہ مشرق والے مغرب والوں کی گواہی پر روزہ رکھیں اور نیز افطار کریں اور مغرب والے مشرق والوں کی شہادت پر اگر وہاں کی شہادت معتبر یہاں بموجبِ قواعدِ شریعت ثابت ہو جائے۔[4]

وہ کیا باتیں ہیں جن سے روزہ نہیں ٹوٹتا اور نہ مکروہ ہوتا ہے؟

(1) روزہ میں بھول کر کتنا ہی کھانا (2) یا پانی پی لینا یا (3) جماع کر لینا اور یاد آتے ہی فوراً پانی کھانا وغیرہ تھوک دینا اور جماع سے علیحدہ ہو جانا۔[5]

---

(1) فتاوی رضویہ، 10/351 ماخوذاً
(2) بہار شریعت، 1/972، حصہ: 5
(3) ہدایۃ، 1/119
(4) النہر الفائق، 2/14
(5) بہار شریعت، 1/981، حصہ: 5

(4)یاسوتے میں نہانے کی حاجت ہو جانا۔(5)یا کسی عورت کو دیکھ کر انزال ہو جانا۔(6)یا سر میں یا مونچھوں میں خواہ داڑھی یا بدن میں تیل لگا لینا یا مالش کرنا۔(7)یا پچھنے لگوانا۔ (یعنی حجامہ کروانا)۔[1]

(8)یا سرمہ صبح سے شام تک کسی وقت لگا لینا۔[2]

(9)یا اپنی بیوی سے بغلگیر ہونا یا بیوی کو بوسہ دینا، اگر ان امور سے انزال نہ ہو۔[3]

(10)یا صبح سے شام تک جب جی چاہے سنت سمجھ کر مسواک کرنا خواہ خشک وضو میں کرنا، خواہ بلا وضو۔ بلکہ حنفیوں کے نزدیک جیسے اور دنوں میں مسواک کرنا سنتِ مؤکدہ ہے، رمضان میں بھی سنت ہے۔[4]

(11)گیلا کپڑا گرمی کے دفع کرنے کو اوڑھ لینا۔(12)یا سر پر گرمی کی شدت سے پانی ڈالنا۔[5] البتہ! گھبراہٹ ظاہر کرنا مکروہ ہے۔

(13)اگر آنسو قطرہ دو قطرہ منہ میں چلے جائیں کچھ حرج نہیں۔ مگر اگر نمکین مزہ معلوم ہو اور نگل جائے (تو روزہ فاسد ہو جائے گا)[6] اور قضا لازم آئے گی۔[7]

(14)یا منہ میں دھواں، غبار یا مکھی کا بے اختیار داخل ہو جانا۔ البتہ! اگر آپ سے (خود) دھواں منہ میں لے گیا، خواہ عود و عنبر ہی سُلگا کر تو پھر قضا لازم آئے گی۔[8]

(15)یا بہت کم چیز جو دانتوں میں رہ جاتی ہے اور زبان پھرنے سے نکل آتی ہے، کھا

---

(1)المختصر القدوری، ص115

(2)بہار شریعت، 1/997، حصہ:5

(3)بہار شریعت، 1/998، حصہ:5

(4)بہار شریعت، 1/997، حصہ:5

(5)ابو داود، 3/45، حدیث:2365

(6)فتاوی ہندیہ، 1/203

(7)البحر الرائق، 2/294

(8)بہار شریعت، 1/997، حصہ:5

لینا۔[1]

(16) یا خود بخود بلا اختیار قے کا آنا اور بلا اختیار حلق میں لوٹ جانا۔[2]

(17) خوشبو لگانا۔ عطر ملنا۔[3]

جن سے روزہ ٹوٹ جائے اور فقط قضا لازم آئے نہ کہ کفارہ و گناہ:

(1) قے کو قصداً حلق میں لوٹانا۔ قصداً قے (الٹی) کرنا منہ بھر کے ہو یا نہ ہو۔ بقولِ امام محمد رحمۃ اللہ تعالی علیہ، بحر الرائق میں ہے کہ ظاہر الروایت قولِ امام محمد رحمۃ اللہ تعالی علیہ ہی ہے۔ لہٰذا فتویٰ اسی پر ہونا چاہیے۔ اگرچہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالی علیہ کے نزدیک جب قصداً منہ بھر کے قے کرے،[4] صاحبِ درِ مختار فرماتے ہیں: یہ روایت صحیح ہے۔[5] بہر نہج (حال) قولِ امام محمد میں احتیاط ہے اور قولِ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالی علیہ رخصت پر مبنی ہے۔

(2) کنکر یا لوہا وغیرہ کو نگل جانا۔ بحر الرائق میں ماحاصل اس مسئلہ کا یہ ہے کہ جو چیز نہ بطریقِ دوا کے کھائی جائے نہ بطریقِ غذا کے جیسے پتھر، مٹی، آٹا خشک، چاول، گندم کا دانہ ان کے کھانے سے فقط روزے کی قضا لازم آتی ہے نہ کہ کفارہ، بشرطیکہ ان چیزوں کے کھانے کی عادت نہ ہو اور اگر ان چیزوں کے کھانے کی عادت رکھتا ہے یا مُکَرَّر سِہ کَرَّر (بار

---

(1) بدائع الصنائع، 2/90

(2) بہار شریعت، 1/997، حصہ: 5

(3) فتاوی رضویہ، 10/518

(4) البحر الرائق، 2/295۔ یعنی امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قصداً منہ بھر قے ہو تو روزہ فاسد ہو گا وگرنہ نہیں، جبکہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک منہ بھر ہو یا نہ ہو دونوں صورتوں میں روزہ فاسد ہو جائے گا۔

(5) رد المحتار، 3/393

بار) فقط روزہ داران کی ضد پر بغرض اظہارِ گناہ یہ حرکت کرتا ہے، تو زجراً اس پر کفارہ بھی لازم ہو گا۔ علامہ ابنِ نجیم فرماتے ہیں: اسی پر فتویٰ مناسب ہے اور بہت شہروں کے علماء دین نے اسی پر فتویٰ دیا ہے۔[1]

(3) بغیر جماع یا لواطت[2] کے اگر اور کسی طریقے سے انزال ہو جائے۔

(4) علاوہ رمضان کے روزہ کے، نفلی یا نذر کے روزہ کو توڑ دیا جائے۔[3]

(5) یا کسی ضرورت سے حقنہ کرایا جائے۔ یا کسی قسم کی ناس[4] سونگھ لی جائے یا کان میں علاوہ پانی کے کچھ (تیل وغیرہ) ٹپکایا جائے[5] اور پانی کے ٹپکانے میں اختلاف ہے۔ احتیاط اسی میں ہے کہ اگر کان میں ٹپکایا جائے تو اُس روزہ کو پورا کرے اور اُس کے عوض قضا روزہ بھی رکھ لے۔[6]

(6) اسی طرح اگر پیٹ کے یا سر کے زخم میں دوا ٹپکائی جائے اور وہ پیٹ یا دماغ تک پہنچ جائے اور جوفِ ذَکَر میں پانی یا دوا یا تیل ٹپکانے سے اگر مثانہ تک پہنچ جائے ضرور قضا لازم ہو گی۔ مگر امامِ اعظم اور امام محمد رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ مثانہ تک سوراخِ ذَکَر میں ٹپکانے سے کچھ نہیں پہنچ سکتا۔ البتہ! عورت کی شرمگاہ میں اگر کوئی دوا ٹپکائی جائے گی (تو) ضرور مثانہ تک پہنچ جائیگی۔ لہٰذا بالاتفاق عورت پر اُس کی قضا ضرور لازم ہو گی اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تحقیق یہی ہے کہ مرد و عورت دونوں کی مثانہ تک ٹپکانے سے دوا پہنچ جاتی

---

(1) البحر الرائق، 2/296

(2) لواطت یعنی: اغلام۔ (۱۲ منہ)

(3) بہار شریعت، 1/989، حصہ: 5

(4) تمباکو کا پسا ہوا سفوف جو سونگھا جاتا ہے۔

(5) فتاوی ہندیہ، 1/403

(6) اس اختلاف کو تفصیلاً پڑھنے کے لیے فتاویٰ رضویہ، جلد 10، صفحہ 504 سے مطالعہ کیا جائے۔

ہے۔ لہٰذا دونوں پر قضا لازم ہوگی۔[1] بضرورت اگر شاذ رکھا جائے، جائز ہے۔

(7) غروبِ آفتاب کے یقین پر بوجہِ ابر و غبار افطار کر لیا، یا رات کے گمان پر کھاتے رہے پھر معلوم ہوا کہ غروب نہیں ہوا تھا، یا صبحِ صادق ہوگئی تھی، اوس روزہ کی قضا کر لی جائے۔[2]

وہ امور کتنے ہیں جن سے قضا اور کفارہ دونوں لازم ہو جاتے ہیں؟

(1) قصداً جماع کرنا یا جماع کروانا۔ (2) خواہ لواطت کرنا یا لواطت کرانا۔ (3) روزہ رکھ کر قصداً روزہ میں دوا (4) یا غذا کا کھانا (5) یا کسی چیز کا پینا۔[3]

روزہ کو قصداً توڑنے کا کفارہ:

(1) ایک غلام شرعی آزاد کرنا۔[4]

(2) اگر غلام آزاد نہ کر سکے تو ساٹھ دن پے در پے (لگاتار) روزے رکھے، بعد قضا کرنے، اس روزے کے جس کو توڑا ہے۔

1) کفارہ کے روزے اس طرح رکھے کہ اُن کے درمیان عید یا بقر عید اور ایامِ تشریق یعنی گیارہویں، بارہویں، تیرہویں ذی الحجہ کی نہ آئے۔ اس واسطے کہ ان دنوں میں روزہ رکھنا ناجائز ہے۔[5]

2) اگر کفارہ کے روزے شروع کر کے ایک ماہ یا دس دن بعد، مثلاً: روزہ توڑ دیا یا ایک دن روزہ

---

(1) مراقی الفلاح، ص488، فتاوی ہندیہ، 1/403

(2) بہار شریعت، 1/989، حصہ:5

(3) بہار شریعت، 1/991، حصہ:5

(4) بخاری شریف میں ہے کہ ایک صاحب حضور صلی اللہ علیہ و اٰلہٖ وسلم کی بارگاہ میں روزے کا کفارہ معلوم کرنے آئے تو ارشاد فرمایا: تو ایک گردن آزاد کر۔ عرض کی: یہ میرے پاس نہیں ہے، تو ارشاد فرمایا: دو مہینے کے روزے رکھ، عرض کی: مجھ میں اس کی بھی استطاعت نہیں۔ تو ارشاد فرمایا: ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلاؤ۔ (بخاری، 2/808)

(5) مسند ابی یعلی، 4/574، حدیث:2913

نہ رکھا، یہ روزے نفلی ہوگئے اور کفارہ کے روزے پھر سے شروع کرے۔ کفارہ کے روزوں میں اگر ایامِ حیض آجائیں اور حیض سے پاک ہوتے ہی پھر روزے شروع کر دے، از سرِ نو (دوبارہ نئے سرے سے) شروع کرنے کی ضرورت نہیں، یہ فاصلہ درمیانی معاف ہے۔[1]

3) البتہ! بعدِ پاکی کے اگر ایک دن بھی روزہ نہ رکھے گئے، پھر از سرِ نو روزے رکھنے پے در پے (مسلسل) دو ماہ کے لازم ہوں گے۔ (نیز) سفر یا نفاس کی وجہ سے اگر کفارہ کے روزے شروع کر کے ایک دن بھی روزہ ترک کر دیا (تو) از سرِ نو روزے شروع کرنا لازم ہوگا۔[2]

(3) البتہ! اگر روزہ نہ رکھ سکے (تو) ساٹھ مسکینوں کو صبح شام دو وقت پیٹ بھر کر کھانا کھلائے۔ اگر جو یا جوار کی روٹی ہوں (تو) ترکاری (سالن) کا ہونا ضروری ہے اور اگر گیہوں کی روٹی ہوں تو ترکاری کے ساتھ کھلانا مستحب ہے۔[3]

1) یا اُن کو فی کس آدھ پاؤ کم دو سیر (صدقۂ فطر کی مقدار) گیہوں کا مالک بنانا اور احتیاط یہ ہے کہ فی کس تین چھٹانک دو سیر گیہوں دیئے جائیں اسی ۸۰ روپیہ بھر کے انگریزی سیر سے۔ اس واسطے کہ وزنِ صاع میں جو ایک پیمانہ ہے، اختلاف ہے۔[4]

2) اگر ساٹھ مسکینوں کے گیہوں جو بقولِ احتیاطی تین من چار سیر تقریباً ہوتے ہیں۔ ایک مسکین کو دیدے (تو) فقط ایک مسکین کے حصے سے برأت ہوگی اور انسٹھ مسکینوں کا دینا باقی رہے گا۔ البتہ! ایک مسکین کو دو وقت ساٹھ دن تک کھلایا تو بلاشبہ کفارہ ادا ہو جائے گا۔[5]

---

(1) بہار شریعت، 1/995، حصہ:5

(2) بہار شریعت، 2/214، حصہ:5

(3) در مختار مع رد المحتار، 5/146

(4) اعلیٰ درجہ کی تحقیق اور احتیاط یہ ہے کہ صاع کا وزن تین سو اکاون (351) روپے بھر ہے اور نصف صاع ایک سو پچھتر (175) روپیے اٹھنی بھر اوپر۔ (فتاوی رضویہ، 10/295)

(5) بہار شریعت، 2/216، حصہ:6

3) مثلِ زکوٰۃ کے اس کفارہ کے گیہوں باپ، بیٹے کو نہیں دے سکتا۔ علیٰ ہٰذا بیٹا، باپ، دادا کو نہ میاں بیوی کو، نہ بیوی میاں کو، سادات کو مثلِ زکوٰۃ دینا بہتر نہیں۔ اور کافر کو نہیں دے سکتے۔[1]

روزہ میں مکروہ کتنے امور ہیں اور کتنے جائز؟

(1) کسی کی غیبت کرنا۔[2]

(2) کسی چیز کو بلا ضرورتِ سخت مثل خوفِ شوہر ظالم یا حاکمِ ظالم کے چکھ لینا۔

(3) یا کسی چیز کا چبانا۔

(4) اور اگر بچہ کو چبا کر کوئی بے روزہ دار مثل حائضہ عورت یا نابالغ بچہ کو کھلانے والا نہیں ہے اور بچہ بھوک سے پریشان ہے۔ لہٰذا اگر اُس کو چبا کر کھلا دیا جائے تو بلا کراہت جائز ہے۔[3]

(5) علیٰ ھٰذا، مصطگی (مَصْطَ + گی = ایک قسم کا زرد گوند جو پستے کے درخت سے نکلتا ہے) وغیرہ ایسا گوند چبانا جو گھل کر اندر نہ جائے۔

کسی حالت میں نفل رکھ کر روزہ توڑنا جائز بھی ہے کہ جس توڑنے سے فقط قضا لازم ہو، اور کفارہ لازم نہ ہو:

(1) غلبۂ ظن کے ساتھ یا طبیب مسلمان متقی کے کہنے سے خوف زیادتیِ مرض کا ہو تو روزہ توڑنا جائز ہے۔ چنانچہ صاحبِ بحر الرائق خلاصہ سے نقل فرماتے ہیں کہ اگر بخار کی باری کے دن بیمار والے نے روزہ رکھ کر توڑ دیا۔ اگر بخار آ گیا فقط قضا لازم ہو گی اور اگر بخار نہ

---

(1) فتاوی رضویہ، 10/528

(2) بہار شریعت، 1/996، حصہ:5

(3) بہار شریعت، 1/995، حصہ:5

آیا تو علاوہ قضا کے کفارہ بھی لازم ہو گا۔[1]

(2) کسی زبردست کی زبردستی سے بخوفِ جان یا مال یا نقصان کسی عضو کے بھی افطار جائز ہے۔ اگر کسی زبردست کی زبردستی سے بخوفِ جان یا مال یا نقصانِ عضو سفر کرنا پڑے کہ جس سے جان پر آ بنے، افطار جائز ہے۔[2]

(3) حمل گرنے کے خوف سے سفر میں بے حد تھک جانے اور جان تک نوبت پہنچ جانے کے وقت (نیز) دودھ پلانے والی کو بچے کے تلف ہونے کے یقینی خوف کے وقت، شدتِ پیاس اور بھوک کے وقت جب جان پر آ بنے۔[3]

(4) اور یک لخت ایسا ضعف اور بڑھاپا عارض ہونے سے کہ روزہ پورا کرنے میں خوفِ شدتِ مرض یا جان ہو، ان لوگوں کو رخصت ہے کہ پہلے سے روزہ کی نیت نہ کریں اور بعدِ ازالہِ خوف روزے قضا کر لیں۔[4]

(5) شیخِ فانی جس کو اپنی تندرستی کی امید نہ ہو، روزانہ ایک مسکین کو دو(2) وقتہ ترکاری (سالن) کے ساتھ شکم سیر کھانا کھلا دیا کرے۔[5] پھر اگر تندرست ہو جائے (تو) ضرور قضا کرے ورنہ گنہگار ہو گا، اگر باوجودِ طاقت نہ کھلائے گا۔ ہاں! اگر ایسا ہے (کہ وہ شیخ فانی) مسکین ہے تو استغفار پڑھتا رہے اور سچا ارادہ رکھے کہ اگر طاقت آ جائیگی (تو) ضرور قضا کروں گا۔[6]

---

(1) البحر الرائق، 2/303

(2) بہار شریعت، 1/1002، حصہ:5

(3) بہار شریعت، 1/1003، حصہ:5

(4) بہار شریعت، 1/1006، حصہ:5

(5) درمختار، 3/471 وغیرہ

(6) جن لوگوں نے ان عذروں کے سبب روزہ توڑا، اُن پر فرض ہے کہ ان روزوں کی قضا رکھیں اور ان قضا روزوں میں ترتیب

مسائلِ تراویح

(1)تراویح بقولِ مفتیٰ بہٖ بیس ۲۰ رکعت جماعت کے ساتھ سنتِ مؤکدہ ہے۔ چنانچہ مؤطا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ میں بسندِ صحیح مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں تئیس ۲۳ رکعت کے ساتھ قیام کیا کرتے تھے۔[1] بیس ۲۰ تراویح اور تین وتر۔ لہٰذا علاوہ اِن تئیس ۲۳ رکعت کے زیادہ، جماعت کے ساتھ پڑھنا مکروہ ہے۔ فتاویٰ عالمگیریہ میں خلاصہ سے ہے کہ نمازِ عشا کے بعد سے صبحِ صادق تک وتروں سے قبل اور وتروں کے بعد بھی تراویح پڑھ سکتے ہیں۔[2]

(2)اگر عشا کی نماز دھوکے سے بے وضو یا ناپاک کپڑے سے پڑھ لی اور تراویح اور وتر با وضو اور پاک کپڑے پہن کر، پھر معلوم ہوا کہ عشا بے وضو پڑھی گئی تو بقولِ مختار عشا کی نماز مع سنتوں عشا و تراویح اور وتر کی دھرائی جائے گی۔ گو(اگرچہ)وتر کے اعادہ میں اختلاف ہے۔[3]

(3)ہر چار رکعت کے بعد بقدرِ چار رکعت کے بیٹھنا اور تسبیح و تہلیل یا درود پڑھنا مستحب ہے۔ جامع الرموز میں تین دفعہ اس تسبیح کو پڑھنا مستحب لکھا ہے:

فرض نہیں۔ فلہٰذا اگر ان روزوں کے پہلے نفل روزے رکھے تو یہ نفلی روزے ہوگئے، مگر حکم یہ ہے کہ عذر جانے کے بعد دوسرے رمضان کے آنے سے پہلے قضا رکھ لیں۔ (درمختار، 3/465)

(1)مؤطا امام مالک، 1/120، حدیث:257

(2)فتاوی ہندیہ، 1/115

(3)بہار شریعت، 1/689، حصہ:4 صحیح قول کے مطابق وتر ادا ہو جائیں گے۔

سُبْحَانَ ذِی الْمُلْكِ وَالْمَلَكُوْتِ سُبْحَانَ ذِی الْعِزَّةِ وَالْعَظَمَةِ وَالْقُدْرَةِ وَالْكِبْرِيَاءِ وَالْجَبَرُوْتِ سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْحَيِّ الَّذِیْ لَا يَنَامُ وَلَا يَمُوْتُ سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ رَبُّ الْمَلَائِكَةِ وَالرُّوْحِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ نَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ نَسْئَلُكَ الْجَنَّةَ وَنَعُوْذُ بِكَ مِنَ النَّارِ۔[1]

(4) اگر وتروں اور تراویح کے درمیان لوگوں کو بیٹھنا ناگوار ہو، (تو) نہ بیٹھے۔[2]

(5) تراویح ہر مرد و عورت دونوں کو پڑھنا سنت ہے۔ تراویح کی جماعت بھی مردوں پر سنتِ مؤکدہ ہے۔ اگر تراویح جماعت کے ساتھ گھر میں پڑھ لی جائیں ثوابِ جماعت مل جائے گا۔ مگر ثواب مسجد سے محروم رہے گا۔[3]

(6) اگر اپنی مسجد میں ختمِ قرآن یا رغبتِ تراویح نہ ہو یا دوسری جگہ امام خوش الحان ہو اور اِن وجوہ سے مسجدِ محلہ چھوڑ کر دوسری جگہ جائے، جائز ہے۔ مگر بہ نسبت خوش الحان امام کا درست خواں ہونا ضرور ہے۔[4]

(7) ایک امام کو دو مسجدوں میں پوری پوری تراویح پڑھانا جائز نہیں۔ اگر آدھی ایک مسجد میں پڑھائے اور آدھی دوسری مسجد میں مضائقہ نہیں۔ افضل ایک امام کے پیچھے پوری تراویح پڑھنا ہے۔ اگر دو اماموں کے پیچھے تراویح پڑھی جائے تو طریقِ مستحب یہ ہے کہ

---

(1) غنیۃ المتملی، ص404
ترجمہ: پاک ہے ملک و ملکوت والا، پاک ہے عزت و بزرگی اور بڑائی اور جبروت والا، پاک ہے بادشاہ جو زندہ ہے، جو سوتا ہے نہ مرتا ہے، پاک مقدس ہے فرشتوں اور روح کا مالک، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اللہ سے ہم مغفرت چاہتے ہیں، تجھ سے جنت کا سوال کرتے ہیں اور جہنم سے تیری پناہ مانگتے ہیں۔

(2) فتاوی ہندیہ، 1/115

(3) فتاوی ہندیہ، 1/116

(4) فتاوی ہندیہ، 1/116

پوری تسبیح کے بعد دوسرا امام شروع کرے[1] ڈھائی یا ڈیڑھ یا ساڑھے تین تسبیح کے بعد دوسرے امام کا تراویح شروع کرنا خلافِ طریقِ مستحب ہے۔

(8) جائز ہے کہ فرض ایک امام پڑھائے اور تراویح دوسرا امام بلکہ سنتِ عمر رضی اللہ تعالی عنہ ہے۔ حضرت سیدنا عمر رضی اللہ تعالی عنہ فرض اور وتر پڑھاتے تھے۔ اور حضرت ابی رضی اللہ تعالی عنہ تراویح۔[2]

(9) فتاویٰ عالمگیری میں سراج و ھاج سے اس طرح نقل کیا گیا ہے (کہ) بعض کے نزدیک تراویح میں نابالغ، عاقل لڑکے کی امامت جائز ہے۔ اور اکثر کے نزدیک ناجائز ہے۔ اور یہی قولِ قوی مطابقِ اصولِ حنفیہ کے ہے۔[3]

(10) قاضی خاں میں ہے کہ بروایتِ صحیح اگر وقتِ تراویح فوت ہو جائے ان کی قضا بالجماعت جائز ہے نہ جماعت کے بغیر۔[4]

(11) بعدِ وتر اگر یاد آئے کہ تراویح اٹھارہ رکعت ہی ہوئی ہیں۔ اگر جماعت سے دو رکعت ادا کر لیں، تو جائز ہے۔ اور بعض فرماتے ہیں کہ علیحدہ علیحدہ پڑھیں۔[5]

(12) فرض میں یا تراویح میں اگر بعض مقتدی کہیں کہ تین رکعت ہوئی ہیں اور بعض کہیں کہ دو رکعت ہوئی ہیں، تو جس طرف امام کو یقین ہو اس پر عمل کرے۔ ورنہ جس کو امام سچا جانے اُس کے قول پر عمل کرے۔[6]

(13) علامہ حصفکی صفحہ ۵۲۲ درِ مختار میں تحریر فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ تراویح میں کل

---

(1) فتاوی ہندیہ، 1/116
(2) فتاوی ہندیہ، 1/116
(3) فتاوی ہندیہ، 1/85
(4) فتاوی ہندیہ، 1/117
(5) فتاوی ہندیہ، 1/117
(6) فتاوی ہندیہ، 1/117

قرآن مجید پڑھنا سنت ہے اور دو قرآن سُننا، پڑھنا فضیلت ہے اور تین پڑھنا، سننا افضل ہے اور بوجہِ کسل اور سستی سامعین کے، ختمِ قرآن ترک نہ کیا جائے۔ البتہ! اگر سامعین کم ہمت اور سست ہوں تو سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ، التحیات اور درود شریف تو ضرور پڑھے۔ بعدہٗ جو دعا پڑھی جاتی ہے ترک کر دی جائے۔ تو کچھ مضائقہ نہیں ہے۔[1]

(14) اگر جماعتِ فرض میں کسی کو شرکت نہ میسر ہو۔ اور تنہا فرض پڑھے، تو اُس کو تراویح جماعت سے پڑھنا جائز ہے۔ البتہ! اگر سب لوگ فرض علیحدہ علیحدہ پڑھیں تو اُن کو تراویح جماعت سے پڑھنا جائز نہیں،[2] نہ کسی دوسرے شخص کو اُن کی جماعت میں شریک ہونا جائز۔

(15) اگر کسی نے تراویح نہیں پڑھی یا وتر پڑھانے والے امام کے ساتھ تراویح نہیں پڑھی، تو قنیہ وغیرہ معتبر کتابوں میں لکھا ہے کہ وہ وتر جماعت سے پڑھ سکتا ہے۔ لیکن اگر فرض اور تراویح دونوں جماعت سے نہیں ادا کئے یا فقط فرض نہ اس جماعت کے ساتھ پڑھے، نہ دوسری کسی جماعت کے ساتھ تو اس کو وتر جماعت کے ساتھ پڑھنا جائز نہیں۔[3] علامہ شامی، قہستانی سے تحریر فرماتے ہیں کہ صحیح یہی روایت ہے۔[4] لہٰذا اگر تارکِ جماعت فرض اور تراویح یا فقط تارکِ جماعت فرض وتر جماعت سے پڑھے گا (تو) مرتکبِ فعل مکروہ ہوگا نہ یہ کہ وتر بھی صحیح نہ ہوں۔ اور اگر ایک یا دو تسبیح رہ جائیں تو وتر جماعت سے پڑھ کر بموجب روایتِ صحیح دونوں تسبیح پیچھے ادا کر لی جائیں۔

---

(1) درمختار، 2/601، 602

(2) بہار شریعت، 1/693، حصہ: 4

(3) بہار شریعت، 1/689، حصہ: 4 ماخوذاً

(4) ردالمحتار، 2/48

(16) اگر آنے والے نمازی نے جماعت ہوتی پائی اور یہ نہیں معلوم کر سکتا کہ فرضوں کی جماعت ہے۔ یا تراویح کی، خلاصہ سے فتاویٰ ہندیہ میں لکھا ہے کہ اگر نیت اس طرح کرے گا کہ اگر نماز عشا کی ہے پیچھے اس امام کے عشا کی نیت کرتا ہوں اور اگر تراویح ہے تو تراویح کی نیت کرتا ہوں تو اقتدا صحیح ہو جائیگی۔ پھر اگر معلوم ہوا کہ نماز عشا تھی تو نماز ہو گئی اور اگر تراویح تھی تو نفل ہو گئی۔ تراویح، پھر پڑھے۔ اس واسطے کہ پہلے گزر چکا ہے کہ تراویح کا وقت بعدِ عشا کے ہوتا ہے۔[1]

(17) فرض اور نفل اور وتر کی جماعت کے ساتھ تراویح پڑھنا مکروہ ہے۔ اگر کسی جماعت سے چار تسبیح تراویح کی ملی تو اول تسبیح دوسری جگہ، دوسری خواہ تیسری خواہ چوتھی خواہ پانچویں تسبیح پڑھنے والے امام کے پیچھے پڑھ سکتا ہے۔ دو دو رکعت تراویح، بلکہ فرض میں اگر قراءت برابر پڑھی جائے بہتر ہے۔ مگر امام محمد کے نزدیک اول رکعت دوسری رکعت سے زیادہ پڑھنا افضل ہے۔[2]

(18) ستائیسویں کو ختم کرنا قرآن کا تراویح میں نفل ہے۔ اسی واسطے مشائخِ عظام نے تمام قرآن میں پانچ سو چالیس رکوع متعین کئے ہیں۔ اس واسطے کہ تراویح کی ستائیسویں کو پانچ سو چالیس ہی رکعت ہوتی ہیں۔ لہٰذا ہر رکعت میں ایک رکوع پڑھنا افضل ہے اور بعض فرماتے ہیں: آخری میں بیس بیس آیت پڑھنا افضل ہے۔ اس حساب سے تراویح میں روزانہ چار سو آیت ہو جائیں گی اور چار سو کو 27 میں ضرب دینے سے دس ہزار آٹھ سو

---

(1) فتاوی ہندیہ، 1/117

(2) فتاوی ہندیہ، 1/117

آیتیں ہوتی ہیں، چنانچہ کل قرآن مجید میں اسی قدر آیتیں ہیں۔[1]

(19) بعد ختمِ قرآن تراویح میں آخرِ ماہِ رمضان تک تراویح ضرور پڑھنا چاہیے۔ جوھرۃ النیرۃ اور السراج الوھاج سے فتاویٰ ہندیہ میں بعدِ ختم (قرآن) تراویح چھوڑ دینے کو مکروہ تحریمی لکھا ہے۔[2]

(20) اگر تراویح میں بھول کر ایک سورت یا دو چار آیت درمیان سے چھوٹ گئی تو اُس سورۃ یا اُن آیتوں بھولی ہوئی سے سب پڑھی ہوئی کو دوبارہ پڑھنا مستحب ہے، تاکہ ترتیبِ

---

(1) قرآن پاک کی کل آیات شمار کرنے میں ماہرینِ قرآن کا اختلاف ہے؛ یہ اختلاف معاذ اللہ قرآن پاک میں کمی زیادتی کی بنیاد پر نہیں بلکہ ایک ہی آیت کو دو شمار کرنے یا دو کو ایک شمار کرنے کی جہت سے ہے مثلاً سورۂ فاتحہ میں آیات کی تعداد جمہور کے نزدیک سات ہے، لیکن بعض صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ کو ایک مستقل آیت شمار کرتے اور بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کو بھی سورۂ فاتحہ کی مستقل آیت مانتے ہیں لہٰذا ان کے نزدیک سورۂ فاتحہ میں کل آیات آٹھ ہیں۔ بعض کے نزدیک اس کی آیات چھ اور بعض کے نزدیک نو ہیں۔ یوں ہی بعض نے سورۂ بقرہ کی 285 آیات شمار کی ہیں۔ بعض نے 286 کا فرمایا اور ایک قول کے مطابق اس کی آیات 287 ہیں۔ اسی طرح سورۂ آل عمران کی 200 آیات ہیں اور ایک قول کے مطابق 199 ہیں۔ یہ سلسلہ مزید چند سورتوں میں بھی ہے۔ آیاتِ قرآنیہ کو شمار کرنے کے اسی اختلاف کی بنا پر بعض حضرات نے پورے قرآن کی آیات کی تعداد صرف چھ ہزار بتائی۔ بعض نے 6204 فرمایا، کسی نے 6214 کا قول کیا، کسی نے 6219 شمار کیں، کسی نے 6225 گنیں اور کسی نے 6236 کا عدد بیان کیا اور کسی نے 6666 تعداد بھی بتائی۔ (اتقان، 1/210تا213 ملخصاً، مراٰۃ المناجیح، 3/262) اب طباعت ہونے والے مصاحف میں آیت کے لیے ایک مخصوص نشان موجود ہے تو آیت کے اس نشان کے اعتبار سے جب ہم نے شائع ہونے والے مصاحف میں آیات شمار کیں تو وہ 6236 تھیں۔ (التیسیر فی علم التفسیر، ص49)

(2) فتاوی ہندیہ، 1/118

قرآن میں فرق نہ آئے[1] اور اگر فقط چھوٹی ہوئی آیت کو پڑھ کر جس قدر پڑھ لیا ہے اُس کے آگے سے شروع کر دے گا۔ گو (اگرچہ) جائز ہے مگر خلافِ طریقِ مستحب ہے۔

(21) اسی طرح فتاویٰ قاضی خاں میں ہے: اگر کسی وجہ سے نمازِ تراویح فاسد ہو گئی تو جس قدر قرآن اُس میں پڑھا گیا تھا وہ بھی دوبارہ پڑھا جائے تاکہ ختمِ قرآن جو تراویح میں سنتِ مؤکدہ ہے، جائز طریق پر واقع ہو جائے۔[2]

(22) اگر کہیں حافظِ قرآن نہ ہو تو بعض فرماتے ہیں فقط {قل ھو اللہ أحد} سے تمام تراویح کی بیسوں رکعت پڑھ لی جائیں اور بعض فرماتے ہیں کہ {الم ترکیف} سے {قل اعوذ برب الناس} تک کے ساتھ تراویح پڑھ لی جائیں۔[3] اس طرح کہ ہر رکعت میں ایک سورت پڑھی جائے۔

(23) اگر بلا عذر بیٹھ کر تراویح پڑھی جائیں گی بہ نسبت قیام کے آدھا ثواب ملے گا۔ طریقِ مستحب یہی ہے کہ تمام تراویح کھڑے ہو کر پڑھی جائیں۔ اگر امام کسی عذر سے بیٹھ کر تراویح پڑھے صحیح روایت یہی ہے کہ مقتدی کھڑے ہو کر پڑھیں۔[4]

(24) اگر امام نے بھول کر ایک سلام سے چار تراویح پڑھ لیں اور دوسری رکعت میں نہ بیٹھا اور سجدۂ سہو کر لیا امامِ اعظم اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ سے ظاہر روایت یہی ہے کہ استحساناً چاروں رکعت ہو گئیں۔ مگر فتاویٰ عالمگیری میں فتاویٰ قاضی خاں اور السراج الوھاج سے منقول ہے، محمد بن فضل اور ابو بکر اسکاف رحمۃ اللہ علیہما فرماتے ہیں کہ صحیح یہی ہے کہ ان

---

(1) فتاوی ہندیہ، 1/118
(2) فتاوی ہندیہ، 1/118
(3) فتاوی ہندیہ، 1/118
(4) فتاوی ہندیہ، 1/118

چاروں رکعتوں سے دو رکعت یعنی دو رکعت اول تراویح ہوں گی۔ اور دو رکعت نفل۔[1]

(25) اور اگر دوسری رکعت میں مقدارِ التحیات بیٹھ کر اس کو اول رکعت سمجھ کر کھڑا ہو گیا جب تک تیسری رکعت کا سجدہ نہیں کیا ہے۔ اگر یاد آجائے یا مقتدی سبحان اللہ کہہ کر یاد دلائیں، لازم ہے کہ بیٹھ کر التحیات، درود و دعا پڑھ کر سلام پھیر کر دو سجدۂ سہو کرے پھر التحیات و درود اور دعا پڑھ کر سلام پھیر دے۔[2]

(26) اور اگر بعدِ تیسری رکعت کے سجدے کی یاد آئے چوتھی رکعت ملالے اور التحیات درود و دعا پڑھ کر اسی طرح بعد سلام سجدۂ سہو کر کے پھر التحیات، درود پڑھ کر دونوں طرف سلام پھیر دے۔ مگر اِس صورت میں بھی بعض مشائخ کا یہی قول ہے کہ دو رکعت اول تراویح ہوں گی اور باقی دو نفل اور فتاویٰ ہندیہ میں قاضی خاں سے منقول ہے کہ عام مشائخ یہی فرماتے ہیں کہ اندریں (اس) صورت (میں) چاروں رکعت تراویح ہی شمار کی جائیں گی اور یہی صحیح روایت ہے۔[3]

(27) اور اگر بیسوں تراویح ایک ہی سلام سے پڑھی اور ہر دو رکعت پر قعدہ کو کیا یا آٹھ یا دس رکعت قصداً ایک سلام سے پڑھے اور ہر دو رکعت پر قعدہ کر لیا قصداً تو بلاشبہ تراویح ادا تو ہو جائیں گی مگر یہ طریق خلافِ طریقِ مستحب ہے اور اگر ہر دو رکعت پر قعدہ نہیں کیا اور فقط آخری میں کیا، تو استحساناً وہ کل رکعت قائم مقام دو رکعت تراویح کی رکھی جائیں گی۔[4]

(28) اگر امام کے ساتھ ایک رکعت پڑھ لی اور پھر رکوع میں یا قیام میں سو تارہ گیا اور امام

---

(1) فتاوی ہندیہ، 1/118
(2) فتاوی ہندیہ، 1/118
(3) فتاوی ہندیہ، 1/118
(4) درِ مختار، 2/599

کے سلام کی آواز سن کر آنکھ کھلی، تو جس قدر نماز رہ گئی ہے اُس کو لازم ہے کہ اُسی طرح پوری کرے جیسے امام کے پیچھے پوری کرتا ہے۔[1] یعنی الحمد اور سورۃ نہ پڑھے اور بقدرِ الحمد و سورۃ قیام کرکے نماز پوری کرکے سلام پھیر دے۔

(29) اور کل جماعت والی نمازوں میں فرائض پنجگانہ ہوں یا وتر یا تراویح یا نمازِ عید یا عیدین کا بھی یہی حکم ہے کہ اگر سوتا رہ جائے اور امام سلام بھی پھیر دے تو مقتدی اپنے آپ کو امام کے پیچھے ہی سمجھ کر نماز پوری کرے تاکہ ثوابِ جماعت فوت نہ ہو جائے۔ ایسا ہرگز نہ کرے کہ رہی ہوئی رکعتوں کو چھوڑ کر امام کے ساتھ شریک ہو جائے، مثلاً: امام کے ساتھ نیت کرکے سوتا رہ گیا اور جب امام دوسری رکعت کو کھڑا ہوا تو اُس کو چاہیے کہ اول رکعت رہی ہوئی بغیر الحمد سورت کے پڑھے۔ پھر امام کے ساتھ مل سکے تو دوسری میں شریک ہو جائے۔ ورنہ امام دوسری پڑھے، یہ پہلی پڑھے، امام سلام پھیرے، یہ دوسری پڑھ کر سلام پھیر دے۔

(30) اگر امام تراویح میں سو گیا اور، مثلاً: سوتے سوتے ایک سی پارہ یا آدھا پارہ پڑھ لیا۔ جب آنکھ کھلی سوتے کی حالت میں جس قدر پڑھا ہے اُس کو پھر دوہرا لے۔ اس واسطے کہ سونے کی حالت کا عمل قابلِ اعتبار نہیں ہوتا۔[2]

---

(1) فتاوی ہندیہ، 1/119

(2) نور الانوار، ص403 ماخوذاً

احکامِ اعتکاف

(1) بیس رمضان کی عصر سے عید کا چاند دیکھنے تک اعتکاف کرنا تمام مسلمانوں پر سنتِ مؤکدہ کفایہ ہے یعنی تمام شہر کے مسلمانوں سے یا تمام محلہ کے مسلمانوں سے ایک شخص بھی اگر اعتکاف کرے گا تو اعتکاف نہ کرنے کا گناہ کسی پر نہ رہے گا۔ ورنہ تمام اہلِ شہر تارکِ سنت اور گنہگار ہوں گے۔[1]

(2) اعتکاف ایسی مسجد میں کرے جس میں پانچوں وقت کی نماز جماعت سے ہوتی ہو۔[2]

(3) اعتکاف گوشہ نشینی کو کہتے ہیں۔ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم ہمیشہ رمضان شریف میں بلاناغہ بیس تاریخ کی عصر سے عید کے چاند تک اپنی مسجدِ مقدس میں اعتکاف فرمایا کرتے تھے۔[3]

(4) بعد نیتِ اعتکاف مسجد سے باہر نکلنا بجز (سوائے) انسانی حاجتوں اور شرعی حاجتوں کے حرام ہو جاتا ہے۔ انسانی حاجتیں، پیشاب، پاخانہ اور نہانا ہے۔ اگر نہانے کی حاجت ہو جائے اور استنجا کرنا اور وضو اور اگر کوئی گھر سے مسجد میں کھانا لانے والا نہ ہو۔[4] بحر الرائق اور مراقی الفلاح اور طحاوی میں ہے کہ کھانا کھانے کے واسطے بعد مغرب گھر تک

---

(1) بہار شریعت، 1/1021، حصہ: 5

(2) نور الایضاح، ص 561
سیّدی اعلیٰ حضرت تحریر فرماتے ہیں: اگر اپنے محلے کی ایسی مسجد میں اعتکاف کیا جہاں جماعت نہیں ہوتی تو اب جماعت کے لیے نکلنے کی اجازت نہیں بلکہ افضل یہی ہے کہ اسی مسجد میں تنہا نماز پڑھے کیونکہ یہ حق مسجد ہے۔ (جد الممتار، 3/288) لہٰذا اس پر عمل کیا جائے۔

(3) مسلم، 3/175، حدیث: 1172

(4) درِ مختار، 3/501

جانا بھی حوائج ضروریہ انسانی سے ہو جاتا ہے[1] اور بہتر یہی ہے کہ کھانا گھر سے لے آئے اور مسجد میں کھائے۔

(4) اور حاجاتِ شرعی سے نمازِ جمعہ بھی ہے۔ لہٰذا نمازِ جمعہ کو ایسے وقت جائے کہ وہاں جا کر چار سنتیں پڑھ کر خطبہ سن لے اور بعدہٗ چھ رکعت سنت پڑھ لے۔[2]

(5) اور جن ملکوں میں امیر الاسلام نہیں ہے۔ منحۃ الخالق میں ہے، وہاں اپنی مسجدِ اعتکاف میں آکر چار رکعت فرض اِس نیت سے پڑھے کہ میں وہ چار رکعت فرض اُس آخر ظہر کے پڑھتا ہوں جو میرے ذمہ لازم ہے۔ طریقِ مستحب یہی ہے اور اگر زیادہ ٹھہر جائے یا وہاں ہی اعتکاف پورا کرلے جب بھی کچھ مضائقہ نہیں اگرچہ یہ امر مکروہ ہے۔[3]

(6) اور اذان کے واسطے اگر مینارہ اذان کا دروازۂ مسجد سے باہر ہو اور معتکف مؤذن ہے خواہ غیر مؤذن باہر مینارہ پر جانا ظاہر الروایۃ میں جائز ہے۔[4] مگر بقولِ صحیح امام ناجائز، لہٰذا بہتر یہی ہے کہ نہ نکلے۔

(7) اور اگر معتکف ووقت نیت کرنے اعتکاف کے یہ شرط کرے کہ عیادت اور نمازِ جنازہ کی اگر ضرورت ہو گی یا مجلسِ وعظ میں جانے کی تو بموجب اپنی شرط بقدرِ ضرورت امورِ مذکور کے واسطے مسجد سے باہر جانا جائز ہے۔[5]

(8) اور بلا نیت اگر پاخانہ جاتے وقت گھر ہوتا جائے یا چلتے چلتے عیادتِ مریض کرلے مضائقہ نہیں۔[6] یہ تمام احکام بموجب تحقیقِ امامِ اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہیں۔

---

(1) نور الایضاح مع مراقی الافلاح، ص565
(2) بہار شریعت، 1/1024، حصہ:5
(3) بہار شریعت، 1/1024، حصہ:5
(4) بہار شریعت، 1/1024، حصہ:5
(5) النتف فی الفتاوی، 1/162
(6) البحر الرائق، 2/325

(9) چنانچہ امامِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تو اگر بغرض ٹھنڈک حاصل کرنے کے غسل کرنے کو ایک ساعت یعنی ذرا سی دیر کو بھی قصداً خواہ بھول کر مسجد سے باہر جائے گا تو اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔ اور امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک اگرچہ بلا ضرورتِ مذکور معتکف کو مسجد سے باہر نکلنا مکروہ ہے۔ مگر جب تک آدھے دن سے زیادہ مسجد سے باہر نہ رہے گا (تب تک) اعتکاف نہ ٹوٹے گا۔ بحر الرائق میں ہے کہ ھدایہ سے یہی قولِ راجح معلوم ہوتا ہے اور فتح القدیر میں قولِ امام کو ترجیح دی ہے۔[1] ایسی صورت میں دونوں قولوں میں سے جس پر چاہے عمل کرے۔ امام کے قول میں احتیاط ہے اور قولِ صاحبین رخصت پر مبنی ہے۔

(10) اعتکاف میں معتکف کو مسجد میں کھانا، پینا، سونا، دین کی کتابوں کا پڑھنا، مسائلِ دینی بیان کرنا، بزرگانِ دین کے اور پیغمبروں کے حالات بیان کرنا، اگر ضرورت پڑے بغیر لانے مال کے مسجد میں زبانی خرید و فروخت کرنا جائز ہے۔ عبادت سمجھ کر مطلقاً چپ رہنا یا دنیا کی باتیں کرنا مطلقاً مکروہ ہے۔[2]

(11) مسجد سے سر باہر نکال کر بیوی سے سر دھلوالینا جائز ہے۔ باقی تمام امور بوس و کنار وغیرہ معتکف کو مطلقاً ناجائز ہیں۔[3]

(12) اور نفلی اعتکاف کے واسطے کوئی مدت مقرر نہیں جو شخص جتنی دیر مسجد میں ٹھہرے اور نیتِ اعتکاف کرے (تو) مفت ثوابِ اعتکاف پائے گا۔[4]

---

(1) البحر الرائق، 2/326
(2) بہار شریعت، 1/1026، حصہ: 5
(3) فتاوی ہندیہ، 1/211، 213
(4) بہار شریعت، 1/1021، حصہ: 5

(13) اسی اخیر کے عشرہ جس میں اعتکاف کیا جاتا ہے۔ بموجب اکثر احادیثِ صحیحہ اور اقوالِ معتبرہ ایک رات ہے جس کو لیلۃ القدر کہتے ہیں۔ چنانچہ حدیثِ صحیح میں وارد ہے اَلْتَمِسُوهَا فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ یعنی حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم فرماتے ہیں کہ لیلۃ القدر کو آخیر عشرۂ رمضان میں تلاش کرو۔[1] اَلْتَمِسُوهَا فِي كُلِّ وِتْرٍ یعنی حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم فرماتے ہیں کہ آخیر عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔[2]

(1) مسند امام احمد، 3/486، حدیث: 2051

(2) الجامع لمسائل المدونۃ، 3/1225

[لیلۃ القدر کا تعین اور اس کی علامات]

مراقی الفلاح میں ہے: یعنی اکیسویں رات میں یا تئیسویں رات میں یا پچیسویں رات میں یا ستائیسویں رات میں یا انتیسویں رات میں اور بعض روایتوں میں پہلی رمضان کی بھی بتلائی گئی ہے۔ اسی واسطے امامِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سارے رمضان میں کبھی پہلی شب کو ہوتی ہے، کبھی بیچ کی راتوں میں، کبھی آخیر راتوں میں۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، چوبیسویں رات ہوتی ہے اور حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: پچیسویں شب ہے۔ علامہ شرنبلالی رحمۃ اللہ علیہ بعد اس تمام مضمون کے تحریر فرماتے ہیں کہ لیلۃ القدر معتدل رات ہوتی ہے نہ گرم نہ سرد اور اُس رات کی صبح کو آفتاب بلا شعاع مثلِ تھالی اور طشت کے صاف اور ٹھنڈا نکلتا ہے۔[1] بعض روایت میں آیا ہے کہ اُس رات کو ضرور کچھ ترشح (ہلکی سی بوندا باندی) بھی ہو جاتی ہے۔[2]

[شیخ ابو الحسن اور تعیینِ لیلۃ القدر]:

علامہ شیخ عبد الرحمن صفوری نزہۃ المجالس میں بحوالہ تحریر اپنے والدِ ماجد کے تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ ابو الحسن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں جب سے بالغ ہوا ہوں کبھی ایسا نہیں ہوا کہ رمضان شریف میں میں نے شبِ قدر کو نہ پایا ہو۔ میرا تجربہ ہے کہ اگر پہلی تاریخ رمضان کی اتوار کو یا بدھ کو ہوتی ہے تو شبِ قدر انتیسویں رات کو ہوتی ہے اور جب پیر کی پہلی ہوتی ہے تو اکیسویں کو شبِ قدر ہوتی ہے اور جب جمعہ یا منگل کی

---

(1) نور الایضاح مع مراقی الافلاح، ص523 (2) بخاری، 1/696، حدیث:822 ماخوذاً

پہلی ہوتی ہے تو ستائیسویں رات کو ہوتی ہے اور جب جمعرات کی پہلی ہوتی ہے تو پچیسویں شب لیلۃ القدر ہوتی ہے اور جب ہفتہ کی پہلی ہوتی ہے تو تئیسویں شب کو ہوتی ہے۔ مگر اکثر احادیث سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ وہ ستائیسویں شب ہوتی ہے۔[1]

مقصود یہ ہے کہ اس رات کی تلاش میں اگر عشرۂ آخر کی دسوں رات شب بیداری کی جائے، کیا عجب ہے کہ اللہ ہر رات کی عبادت کا ثواب شبِ قدر ہی کی برابر عطا فرمائے۔ کسی اہلِ دل کا کیا خوب محبت آمیز شعر ہے۔ شعر

اے دوست چہ پرسی از شبِ قدر نشانے | ہر شب شبِ قدر است اگر قدر بدانے

فضائلِ شبِ قدر:

قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ جل شانہ ارشاد فرماتا ہے: لَیْلَةُ الْقَدْرِ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ ؕ ۝۳[2] یعنی شبِ قدر کی عبادت کا ثواب ہزار مہینے یعنی تراسی برس چار مہینے کی لگاتار عبادت سے زیادہ اور بہتر ہے۔

[چار لواء اور تجلیاتِ شبِ قدر]:

علامہ صفوری رحمۃ اللہ علیہ نزھۃ المجالس میں تحریر فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ شبِ قدر میں فرماتا ہے کہ اے جبرئیل طاہر (پاک وصاف) اور اے میکائیل ذاکر (ذکر کرنے والے) اور اے اسرافیل راکع (رکوع کرنے والے) جاؤ! میرے محبوب کی امت کے گنہگاروں کی زیارت کرو اور ستر ستر ہزار فرشتوں کو جو بالکل رحم مجسم ہوں اپنے ساتھ لے جاؤ۔ پھر شانِ عالی کے ساتھ یہ تینوں فرشتے چار نشان لے کر زمین کی طرف اترتے ہیں۔ لواء

---

(1) نزہۃ المجالس، 1/199 (2) پ30، القدر:3

الحمد، لواء المغفرت، لواء الکرم، لواء الرحمت۔ اِس اہتمام کو تمام آسمان والے فرشتے یہاں تک کہ حوریں سن کر رضوان داروغہ بہشت (جنت کے دروازے پر کھڑے فرشتے) سے پوچھتے ہیں کہ آج اِس قدر خیر و برکت کی یہ کیسی رات ہے؟ رضوان فرماتے ہیں کہ آج تمہارے شوہروں کی نہایت شانِ عظمت کے ساتھ تم کو زیارت کرائی جائیگی۔ پھر پردے اٹھ جاتے ہیں اور حوریں اپنے اپنے شوہروں کی جو گنہگارانِ امت مرحومہ سے ہیں، زیارت کرتی ہیں۔ پھر فرشتے مغفرت کے نشان کو قبرِ مکرم حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم پر قائم کر دیتے ہیں اور رحمت کے نشان کو کعبہ شریف کے اوپر اور کرامت کے نشان کو صخرۂ بیت المقدس پر اور لواء الحمد کو زمین، آسمان کے درمیان معلق قائم کر کے کوئی مکان اور جھونپڑا غلامانِ سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے مؤمن اور مؤمنہ عورتوں سے باقی نہیں رہتا کہ جہاں زیارتِ غلامانِ حبیب اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو فرشتے نہیں داخل ہوتے پھرتے۔ پھر خالی بیٹھے ہوؤں پر فرشتے "سلام علیك" کرتے ہیں اور جو ذکر اللہ میں مشغول ہوتے ہیں اُن پر حضرت سیدنا جبرئیل "سلام علیك" فرماتے ہیں اور نماز پڑھنے والے اور درود پڑھنے والوں پر اللہ تعالی "سلام" بھیجتا ہے۔[1]

مؤمنو! یہ اسی محبوبِ خدا، اشرفِ انبیا، تاجدارِ مدینہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے صدقے میں ہم جیسے گنہگاروں کی زیارت کو ایسے اولوالعزم فرشتے گھر گھر گشت لگاتے ہیں اور ہر مؤمن مرد و عورت کو پیامِ رحمت سناتے ہیں۔ لہٰذا تم کو لازم ہے کہ اِس رات میں کثرت سے درود پڑھو اور حضوریٔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم حاصل کرو۔

---

(1) نزہۃ المجالس، 1/198

[درود شریف کی فضیلت]:

حدیثِ صحیح میں وارد ہے: جو کوئی میرے اوپر ایک دفعہ درود بھیجتا ہے اللہ اس پر دس بار درود بھیجتا ہے[1] اور پھر جتنے بھی بے گنتی بے شمار فرشتے ہیں وہ سب اُس پر رحمت بھیجتے ہیں اور دلائل الخیرات اور حدیثِ صحیح مسندِ بزار و طیالسی سے ثابت ہے کہ حضور صاحبِ مدینہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم اپنے عاشقوں کے درود کی آواز بلا واسطہ سُنتے ہیں۔[2] یعنی درود خواں جب تک درود پڑھے (تب تک) حضور کی حضوری حاصل ہوتی رہتی ہے۔ یہ اُسی شفیع المذنبین، رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کا صدقہ ہے کہ ہم گنہگاروں پر یہ گھٹائیں رحمت کی چھائی ہوئی ہیں، یہ ابرِ رحمت کی جھڑی لگی ہوئی ہے۔

[تسلیِ قلبِ مصطفیٰ اور شبِ قدر کا غیبی تحفہ]:

صاحبِ نزھۃ المجالس عیون المجالس سے نقل فرماتے ہیں کہ ایک دن خاطرِ عاطر (دل مبارک) حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم میں یہ خیال گزرا کہ دیکھیے اللہ تعالیٰ میری امت کے ساتھ کیا کرے! اُسی وقت وحی آئی کہ اے محبوب! غمِ امت کب تک کھینچتے رہو گے؟ میں اُن کو دنیا سے نہیں اٹھاؤں گا جب تک ان کو پیغمبروں کے ساتھ مرتبہ نہ عطا فرمادوں گا۔ چنانچہ پیغمبروں پر فرشتے وحی اور سلامِ الٰہی کے ساتھ اترتے ہیں، تمہاری امت پر شبِ قدر کو ہم فرشتوں کو سلام اور رحمت کے ساتھ نازل فرمائیں گے۔[3] لہٰذا بمقتضائے اپنی رحمتِ عامہ کے ہم کو یہ بیش بہا (عمدہ) تحفے عطا کئے جاتے ہیں۔

---

(1) نسائی، 3/84، حدیث: 1297

(2) دلائل الخیرات، ص34

(3) نزہۃ المجالس، ص199

[شبِ قدر کے وظائف]:

حضرت کعب احبار فرماتے ہیں کہ جو کوئی شبِ قدر میں تین بار "لا الہ الا اللہ" یقین کے ساتھ پڑھے، ایک کلمہ کی برکت سے اللہ اوس کے سب گناہ بخش دیتا ہے، اور دوسرے کلمے کے بدولت دوزخ سے نجات عطا فرماتا ہے اور تیسرے کلمے کے صلہ میں جنت عطا فرماتا ہے۔[1]

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے مروی ہے کہ جو کوئی شبِ قدر میں سات بار سورۂ "اِنَّاۤ اَنْزَلْنٰهُ" پڑھ لے اُس کو اللہ تعالیٰ تمام بلاؤں سے نجات عطا فرماتا ہے اور ستر ہزار فرشتے اُس کے واسطے جنت کی دعا کرتے ہیں۔

اور جو کوئی قبل نمازِ جمعہ رمضان میں[2] تین بار "اِنَّاۤ اَنْزَلْنٰهُ" پڑھ لیا کرے جتنے تمام عالم میں جمعہ کی نماز پڑھنے والے ہیں، سب کے برابر اُس کو نیکیاں عطا فرماتا ہے۔[3]

مگر واضح رہے کہ ایسا نہ ہو کہ بوجہِ شب بیداری شبِ قدر صبح کی اور عشا کی جماعت فوت ہو جائے اور نفع سے زیادہ نقصان ہو جائے۔

[نماز پڑھنے کی فضیلت اور ترک کرنے کی وعید]:

حدیثِ صحیح میں آیا ہے کہ جس کی صبح کی جماعت فوت ہو جاتی ہے، شیطان اس کے

---

(1) نزہۃ المجالس، ص199

(2) متن میں جمعہ کے ساتھ "رمضان" کی قید درج ہے، جبکہ ہماری تلاش کے باوجود جن روایات یا آثار تک ہماری رسائی ہو سکی ان میں یہ لفظ نہیں مل سکا۔ عین ممکن ہے حضرت شاہ صاحب کے سامنے کوئی ایسا نسخہ یا مأخذ ہو، جس تک ہماری رسائی نہ ہوئی ہو۔

(3) نزہۃ المجالس، ص199

دونوں کانوں میں پیشاب کر دیتا ہے۔[1]

اور حدیثِ صحیح میں آیا ہے کہ جو کوئی صبح کی نماز اور عشا کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھے اوس کو رات بھر عبادت کرنے کا ثواب عطا فرمایا جاتا ہے۔[2]

فضائلِ شبِ قدر اس سے بہت زیادہ ہیں کہ یہ مختصر اُس کو کافی ہو۔ لہٰذا بخوفِ ملالتِ طبعِ ناظرین اسی قدر بس کر کے احکامِ ضروری عید الفطر بیان کیے جاتے ہیں۔

---

(1) بخاری، 2/175، حدیث: 1151

(2) مسند امام احمد، 1/369، حدیث: 409

بیانِ احکامِ عید الفطر

عید الفطر کے دن روزہ رکھنا حرام ہے جیسے عید الضحیٰ کو معہ گیارہویں، بارہویں، تیرہویں ذی الحجہ کی جن کو ایامِ تشریق کہتے ہیں، روزہ رکھنا حرام ہے۔[1]

(2) عید کی صبح کو سنت ہے کہ بعد نمازِ صبح کے نفل یہ ہے کہ پنڈ کھجوریں (یعنی کھجوروں کے خوشے، گچھے میں سے) یا کچھ میٹھا کھاکے شکرِ خداوندِ کریم بجالائے۔[2]

(3) اور جو شخص وقتِ صبحِ صادق عید کی بھی، اگر ساڑھے باون تولہ چاندی یا ساڑھے سات تولہ سونے کا مالک ہو جائے اور اُس سے پہلے محتاج ہو تو اس پر بھی (صدقۂ فطر) واجب ہے اور جو اِس قدر مال کا مالک نہ ہو اُس پر مستحب ہے کہ اپنی طرف سے اور اپنی نابالغ اولاد اور اپنی بیوی کی طرف سے صدقۂ فطر کسی مسلمان محتاج کو دے کر نمازِ عید کو جائے۔[3]

(4) اگر عید کے دن سے پہلے یا پیچھے (بعد) بھی صدقۂ فطر ادا کر دیا جائے گا، جائز ہے مگر تاخیر کرنا مکروہ ہے۔[4]

(5) صدقۂ فطر ہر آدمی کی طرف سے آدھا صاع گیہوں ہے اور طحطاوی میں ہے کہ ایک صاع۔[5] حضرت امامِ اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک آٹھ رطل عراقی کا ہوتا ہے[6] اور رطل عراقی ایک سو تین درہم کا ہے۔ اس حساب سے ایک صاع ایسا پیمانہ ہو گا جس میں ایک ہزار چالیس درہم بھر گیہوں سما جائیں۔

---

(1) حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح، 1/640
(2) بہار شریعت، 1/780، حصہ:4
(3) بہار شریعت، 1/935، 936، حصہ:4
(4) نور الایضاح مع مراقی الافلاح، ص541
(5) شرح معانی الآثار، 2/50
(6) شرح معانی الآثار، 2/42

[تحقیقِ اوزانِ شرعیہ بمعہ تعیینِ مقدارِ صاع وصدقۂ فطر]:

(6)اور جواہر اخلاطی میں ہے: ”الدرھم الشرعی خمس وعشرون حبۃ حمص جبۃ“ یعنی درہم شرعی 2:25/1 رتی کا ہوتا ہے۔ لہٰذا ایک صاع چھبیس ہزار دو سو آٹھ رتی کا ہوا جس کی تین ہزار دو سو چھتر ماشہ ہوئے اور چونکہ یہ کلدار روپیہ مروجہ ساڑھے گیارہ ماشہ کا ہوتا ہے، صاع کے دو سو چوراسی روپیہ چودہ آنے ہوئے اور سیر مروجہ انگریزی اسی روپیہ بھر کا ہوتا ہے۔ لہٰذا اِس حساب سے دو سو چوراسی روپیہ چودہ آنے بھر کے جو وزن صاع ہے، تین سیر گیارہ رتی کم چھٹانک بھر گیہوں ہوئے اور نصف صاع پونے دو سیر آدھی چھٹانک بھر گیہوں کا ہوا کہ جو احتیاطاً قدیم سے وزنِ صدقۂ فطر کچھ بڑھا کر آدھا پاؤ کم دو سیر مشہور ہے۔

[موقِف اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ]:

مگر مولانا مولوی احمد رضا خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے جو دریافت کیا گیا باتباعِ تحریرِ علامہ شامی علیہ الرحمۃ (کہ احتیاط اِس میں ہے کہ گیہوں صاع شعیری سے ناپ کر دئے جائیں)۔ مولانا ممدوح رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ نصف صاعِ شعیری میں جو میں نے گیہوں بھر کر تولے تو ایک سو ساڑھے پچھتر روپیہ بھر ہوئے، اور ظاہر ہے کہ اسی روپیہ بھر کی انگریزی سیر سے ایک سو ساڑھے پچھتر روپیہ کے دو سیر تین چھٹانک اٹھنی بھر یعنی دو رتی کم ”6“ ماشہ بھر گیہوں ہوئے۔[1] لہٰذا اندریں صورت چونکہ صدقۂ فطر کے تعینِ نصفِ صاع کے ساتھ جو ایک پیمانہ ہے، شرعاً لی گئی ہے۔

اور مولانا ممدوح رحمۃ اللہ علیہ اُسی پیمانہ کو حاصل کر کے اُسی کے اندازہ سے جو وزن فطرہ

---

(1) فتاوی رضویہ، 10/297 ماخوذاً

کا بتلاتے ہیں، وہی یعنی دو سیر تین چھٹانک دو رتی کم چھ ماشہ ہے، دیا کریں۔ ورنہ بموجب تحریرِ علامہ طحطاوی اور جواہر اخلاطی مقدارِ نصف صاع جو بیان کی گئی اور احتیاطاً کچھ بڑھا کر علماءِ دین اس میں اسی روپیہ کے سیر سے آدھ پاؤ کم دو سیر بتلاتے چلے آئے ہیں اُس پر بھی عمل کرنے سے امیدِ بر أت کامل کی ہے۔

مگر جواہر اخلاطی میں جو وزن درہم 1/5، 25 کا جو نقل کیا ہے اسکی نسبت کی حبۃ کس کو کہتے ہیں ہم کو کچھ خدشہ باقی تھا مگر کشف الغطا سے بفضلہ تعالیٰ وہ بھی رفع ہو گیا۔ (چنانچہ) صاحبِ کشف الغطا تحریر فرماتے ہیں: بدانکہ معتبرنزد ماعراقی و آن ہشت رطل ست و رطل بست استار واستار چار و نیم مثقال و مثقال بست قیراط یك حبه وچهار خمس حبه وحبه که آنرا بفارسی سُرخ گویند هشتم حصّه ماشه است پس مثقال چهار و نیم ماشه باشد۔[1]

اور علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ وزنِ درہم شرعی چونکہ ستر جو بھر تحریر فرماتے ہیں۔[2] اور دانہ ہاء "جو" میں اس درجہ اختلاف کہ میں نے آگرہ میں امیر خاں صاحب سادہ کار کی دوکان پر عمدہ نئے جو منگوا کر اُس رتی سے جو کہ ماشہ کی پوری آٹھ چڑھے تھے، سونا تولنے کے کانٹے میں اندازہ کرایا تو عمدہ موٹے جو رتی کے دو چڑھے۔

اور علاج الغرباء میں رتی کے دو "جو" ہی لکھے ہوئے نظر سے گزرے، بلکہ پھر بلا تمیز

---

(1) ترجمہ: واضح رہے کہ ہمارے نزدیک معتبر عراقی (صاع) ہے اور وُہ آٹھ رطل کا ہوتا ہے، ایک رطل بیس استار اور استار ساڑھے چار مثقال، مثقال بیس قیراط ایک حبہ اور چہار خمس حبہ ہے۔ حبہ جسے فارسی میں سُرخ کہتے ہیں ماشہ کا آٹھواں حصّہ ہوتا ہے، پس مثقال ساڑھے چار ماشہ۔ (فتاوی رضویہ، 10/302)

(2) ردالمحتار، 2/296

چھوٹے بڑے جو کے یونہی ماشہ کے ساتھ جو تلوائے، تو وہ بھی اسی حساب سے چاول بھر کم 16 جو چڑھے۔ لہٰذا اِس حساب سے درہم شرعی ۳۵ رتی کا ہوا۔

اور چونکہ بموجب تحریرِ مذکورہ علامہ طحطاوی علیہ الرحمۃ و شامی علیہ الرحمۃ صاع ایسا پیمانہ ہوتا ہے جس میں ایک ہزار چالیس درہم بھر مونگ یا ماش جس کے دانے تقریباً برابر ہوتے ہیں، سما دیں۔ اسی حساب سے صاع چھتیس ہزار چار سو رتی کا ہوا جس کے چار ہزار پانچ سو پچاس ماشہ ہوئے اور تین سو پچانوے روپیہ کلدار رائج الوقت سوا دس آنے بھر اور چھٹانک کم پانچ سیر سوا دس آنے بھر کا، اسی روپے کے سیر سے جس کا نصف صاع جو مقدارِ صدقۂ فطر ہے، آدھی چھٹانک کم ڈھائی سیر پانچ آنے بھر کا ہوا۔

پھر اسی احتیاط سے جب پورانی متوسط جو تلوائے، تو رتی کے چار چڑھے۔ اِس حساب سے درہم ساڑھے سترہ رتی کا ہوا، جس سے وزنِ صاع آدھی چھٹانک کم ڈھائی سیر ہوا اور آدھی صاع کے گیہوں جو مقدارِ صدقۂ فطر ہے، آدھی چھٹانک کم سوا سیر ہوئی اور غالباً اسی بناء پر بعض منتظمین انجمن ہائے اسلامیہ نے اپنے اشتہاروں میں صدقۂ فطر سوا سیر لکھ دیا ہے۔

اور مولانا عبدالحی صاحب مغفور مرحوم نے بھی عمدۃ الرعایہ میں رتی کا وزن 4 "جو" معین کر کے نصابِ زکوٰۃ سونے کا پانچ تولہ ڈھائی ماشہ تحریر فرمایا اور نصابِ زکوٰۃ چاندی کا جو دو سو درہم ہے، رتی کو چار جو کے برابر مقرر کر کے دو سو درہم کا وزن چھتیس تولہ ڈھائی ماشہ مقرر کر دیا۔

مگر زکوٰۃ میں اگر اسی تحقیقِ مولانا ممدوح پر جو مخالفِ تحقیقِ مولانا شاہ عبد الحق

صاحب محدث دہلوی علیہ الرحمۃ اور مولانا شاہ عبد العزیز علیہ الرحمۃ اور قاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمۃ ونواب قطب الدین صاحب مرحوم وغیرہم ہی کوئی عمل کرکے جب چھتیس تولہ چاندی ڈھائی 2/1 یافقط ڈھائی ماشہ پانچ تولہ سونے کا مالک ہو وہ بھی زکوٰۃ نکال دے چونکہ اِس میں احتیاط ہے، مضائقہ نہیں۔

[سونے اور چاندی کا نصاب]:

ورنہ مدارج النبوت میں مولانا عبد الحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ اور تفسیرِ عزیزی میں شاہ صاحب علیہ الرحمۃ اور مالا بدمنہ میں قاضی صاحب علیہ الرحمۃ اور مظاہرِ حق میں نواب صاحب مرحوم نصاب چاندی کا ساڑھے باون تولہ اور نصاب سونے کا ساڑھے سات تولہ تحریر فرماتے ہیں۔[1] مگر اسی حساب پر قیاس کرکے اور رتی کا وزن مخالفِ واقعہ چار ہی "جو" میں منحصر رکھ کر صدقۂ فطر کے سوا سیر گیہوں کا فتویٰ بالکل مخالفِ تحقیقِ فقہاء محققین ہے۔ اِس واسطے کہ صاع میں باعتبارِ وزن کے چونکہ مختلف قسم کے گیہوں اور جو ہیں، برابر نہیں سماتے اور باعتبارِ وزنِ اکثر اوقات کم وبیش ہو جاتے ہیں۔

[صاع کا حقیقی معیار: وزن اور ناپ (کیل) کی تطبیق]:

صفحہ ۸۴ سطر ۱۷ جلد دوم شامی میں ہے کہ امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک تو صاع کو آٹھ رطل عراقی قرار دے کر اگر کوئی چار رطل گیہوں سے صدقۂ فطر ادا کرے گا تو ہرگز ادا نہ ہو گا، اِس واسطے کہ بوجہِ بھاری ہونے گیہوں کے ممکن ہے کہ چار رطل گیہوں سے نصفِ صاع کا پیمانہ نہ بھرے[2] مگر چونکہ اکثر جگہ پیمانہ صاع اور نصفِ صاع کا عدیم الوجود

---

(1) مدارج النبوۃ مترجم، 1/597 (2) ردالمحتار، 2/366

ہے۔اِسی صفحۂ مذکورہ شامی کی سطر ۱۱ سے علامہ ابنِ عابدین رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں: قَالَ الطَّحَاوِیُّ: الصَّاعُ ثَمَانِیَةُ أَرْطَالٍ مِمَّا یَسْتَوِی کَیْلُهُ وَ وَزْنُهُ وَ مَعْنَاهُ أَنَّ الْعَدَسَ وَ الْمَاشَ یَسْتَوِی کَیْلُهُ وَ وَزْنُهُ، حَتَّی لَوْ وُزِنَ مِنْ ذٰلِكَ ثَمَانِیَةُ أَرْطَالٍ وَوُضِعَ فِی الصَّاعِ لَا یَزِیدُ وَ لَا یَنْقُصُ وَمَا سِوٰی ذٰلِكَ تَارَةً یَکُونُ الْوَزْنُ أَکْثَرَ مِنَ الْکَیْلِ کَالشَّعِیرِ وَ تَارَةً بِالْعَکْسِ کَالْبِلْحِ، فَإِذَا کَانَ الْبِکْیَالُ یَسَعُ ثَمَانِیَةَ أَرْطَالٍ مِنَ الْعَدَسِ وَالْمَاشِ فَهُوَ الصَّاعُ الَّذِی یُکَالُ بِهِ الشَّعِیرُ وَالتَّمْرُ وَالْحِنْطَةُ اھ وَذُکِرَ نَحْوُهُ فِی الْفَتْحِ ثُمَّ قَالَ: وَبِهٰذَا یَرْتَفِعُ الْخِلَافُ فِی تَقْدِیرِ الصَّاعِ کَیْلًا أَوْ وَزْنًا وَمُرَادُهُ بِالْخِلَافِ مَا ذَکَرَهُ قَبْلَهُ حَیْثُ قَالَ: ثُمَّ یُعْتَبَرُ نِصْفُ صَاعٍ مِنْ بُرٍّ مِنْ حَیْثُ الْوَزْنُ عِنْدَ أَبِی حَنِیفَةَ؛ لِأَنَّهُمْ لَمَّا اخْتَلَفُوا فِی أَنَّ الصَّاعَ ثَمَانِیَةُ أَرْطَالٍ أَوْ خَمْسَةٌ وَثُلُثٌ کَانَ إِجْمَاعًا مِنْهُمْ أَنَّهُ یُعْتَبَرُ بِالْوَزْنِ۔[1]

خلاصہ ترجمہ: یعنی امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نصفِ صاع گیہوں فطرہ میں دینا باعتبارِ وزن کے معتبر ہے۔اِس واسطے کہ جب بعض فقہا فرماتے ہیں کہ صاع آٹھ رطل کا ہوتا ہے اور بعض فرماتے ہیں کہ تہائی رطل اور پانچ رطل کا ہے۔تو گو (اگرچہ) کہ مقدارِ وزن میں اختلاف ہو مگر سب کا اجماع اِس پر ضرور ہے کہ اعتبار صاع کا باعتبارِ وزن کے ہی ہے۔لہٰذا علامہ طحاوی فرماتے ہیں کہ اگر آٹھ رطل مونگ یاماش کی ناپ کا پیمانہ بنالیا جائے تو باہمی اختلافِ امامِ اعظم اور امام محمد رحمہما اللہ سرے ہی سے مٹ جائے۔اس واسطے کہ مونگ یاماش کی ناپ کے پیمانہ میں کبھی ناپ اور وزن میں کمی بیشی نہیں ہوتی اور آٹھ رطل گیہوں یا جو اس ناپ سے زیادہ ہی رہیں گے۔

---

(1) ردالمحتار، 2/366

بعدہٗ علامہ شامی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک اگر آٹھ رطل جو سے ناپ کا پیمانہ بنایا جائے، بوجھ ہلکی ہونے جو کے یہ پیمانہ بڑا رہے گا۔ لہٰذا احتیاط اِس میں ہے کہ "جو" سے ناپ کر بنایا جائے۔[1]

بہر نہج سب کا مقصود یہ ہے کہ کبھی ایسا نہ ہو کہ اصل نصف صاعِ حقیقی سے کم گیہوں دیئے جائیں اور صدقۂ فطر ادا نہ ہو۔ اس میں احتیاط یہی ہے کہ جو شخص شرحِ وقایہ، شامی کے حساب سے دے زیادہ سے زیادہ جو وزن حسابِ مذکورۂ کتب سے نکلے کہ وہ باعتبار ہونے رتی کے دو "جو" بھر نصف صاع آدھی چھٹانک کم ڈھائی سیر پانچ ماشہ بھر کا ہوتا ہے، اُس پر عمل کرے۔

ورنہ تحقیق مولانا احمد رضا خاں صاحب قدس سرہ پر جو باخبار خیر الامور اوسطھا ہے، واجب العمل ہے اور نیز اصلی پیمانہ سے اندازہ کی ہوئی ہے۔ عمل کرنے کو موجب براءتِ تامہ اور واجب العمل سمجھے اور جو بموجبِ تحقیق جواہر اخلاطی و کشف الغطاء احتیاطاً کچھ اضافہ کر کے آدھ پاؤ کم دو سیر گیہوں بتائے گئے ہیں، موقعِ احتیاط ضروری میں تحقیقِ فقہاء اور اُن کے تقویٰ پر نگاہ کر کے اِس مقدار سے کبھی کم نہ دے۔ ورنہ خوف نہیں بلکہ یقین ہے کہ صدقہ فطر سے برأتِ حاصل نہ ہوگی۔ اللہ ہم سب کو توفیقِ احتیاط اور تقویٰ کی عطا فرمائے اور امورِ دین میں تہاون اور سستی اور کم حوصلگی سے محفوظ رکھے۔ آمین ثم آمین

[غیر منصوص اشیاء سے صدقۂ فطر کی ادائیگی کا طریقہ]:

اب جب تحقیقِ صاع اور نصفِ صاع معلوم ہو چکی تو سنئے کہ اگر صدقۂ فطر میں

---

(1) ردالمحتار، 2/366

"جو" دیئے تو اسی حساب سے ایک صاع جو دے۔ اور جن چیزوں سے صدقۂ فطر دینے کی تصریح شارع علیہ السلام سے نہیں پائی جاتی جیسے جوار، باجرہ اور چنے، چانول وغیرہ تو اِن سے اتنا صدقۂ فطر ادا کیا جائے جتنی یہ اشیاء جوار، باجرہ وغیرہ نصفِ صاع گیہوں کی قیمت میں آتے ہوں۔[1] (اس باب کے بقیہ مسائل شروع ہو رہے ہیں۔ محشی)

(7) مستحب ہے کہ ایک آدمی کا پورا صدقۂ فطر ایک ہی مسکین کو دیا جائے اور اگر ایک آدمی کا صدقۂ فطر دو، چار مسکینوں کو دیدیا جائے جائز ہے،[2] مگر مکروہِ تنزیہی ہے۔

(8) صدقۂ فطر مثلِ زکوٰۃ کے اپنے جڑ یعنی ماں باپ، دادا دادی، علیٰ ہذا اپنی شاخ یعنی بیٹا بیٹی، نواسہ نواسی، پوتا پوتی کو دینا درست نہیں، نہ بیوی کا خاوند کو دینا اور نہ شوہر کا بیوی کو دینا علاوہ بریں بہن بھائی، پھوپھی، خالہ، ساس، سالی وغیرہ وغیرہ اگر محتاج ہوں سب کو دینا درست ہے۔ شامی میں ہے کہ بقولِ مفتٰی بہ صدقۂ فطر کا کافروں کو بھی دینا درست نہیں۔[3] اندریں (اس) صورت (میں) جو لوگ صدقۂ فطر یا اُس کی قیمت ہندو فقیر کوڑی، اناج مانگنے والوں کو راستۂ عید گاہ میں دیتے چلے جاتے ہیں اُن کا صدقۂ فطر ادا نہیں ہوتا۔

(9) عید کے دن مستحب ہے کہ غسل کرے، خوشبو لگائے، عمدہ عمدہ کپڑے نئے خواہ دھلے ہوئے، پہنے۔[4]

(10) آہستہ آہستہ "اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ، لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ" کہتے ہوئے خدا سے ڈرتے ہوئے، امیدوارِ قبولیتِ نماز و روزہ کے تمام مسلمان عید گاہ کو جائیں۔

---

(1) فتاوی رضویہ، 10/296 ماخوذاً
(2) بہار شریعت، 1/940، حصہ: 4
(3) فتاوی رضویہ، 10/528
(4) بہار شریعت، 1/780، حصہ: 4

(11) یہ بھی مستحب ہے کہ جس راستہ سے جائیں، واپس اُوس راستہ سے نہ آئیں۔[1]

(12) یہ بھی مستحب ہے کہ نمازِ عید کو اولِ وقت جائیں، سواری پر نمازِ عید کو جانا اور واپس آنا جائز ہے۔ مگر مستحب یہی ہے کہ پیدل جائیں۔[2]

[حضرت حسن بصری اور فکرِ قبولیتِ اعمال]:

حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آپ نے عید کے دن بعض لوگوں کو دیکھا کہ ہنستے کھیلتے دنیا کی باتوں میں مشغول گپ شپ مارتے جاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اگر تم کو یقیناً معلوم ہے کہ ہمارے روزے تمام خرابیوں سے پاک تھے اور مقبول ہو ہی گئے تو شکر کرنا لازم ہے، تکبیر کہتے ہوئے جانا لازم ہے نہ کہ کھیل کود کے ساتھ اظہارِ ناشکری کرنا اور خدا نخواستہ مقبول نہ ہوئے تو رونے اور گریہ و زاری اور حذر و تقصیر بجا لانے کا موقع ہے نہ کہ اِن لغویات باتوں کا۔[3]

مسلمانو! جب سید الطائفہ خلیفۂ اکمل حضرت سیدنا مولا علیٰ کرم اللہ وجہہ چشتیہ قادریہ تمام ہی سلسلوں کے سردار اتنے امور کو جائز نہ رکھیں، (تو) بعد نمازِ عید تمام دنیادار نااہلوں کو قوالی کے بہانے سے اپنی نفسانی خواہشوں کے پوری کرنے کی کب اجازت دے سکتے ہیں۔[4]

---

(1) فتاوی ہندیہ، 1/149

(2) الجوہرۃ النیرۃ، ص119

(3) البیان والتبیین، 3/93

(4) مروجہ قوالی جو مزامیر (آلاتِ موسیقی) کے ساتھ ہوتی ہے، اس کا پڑھنا سننا، ناجائز و حرام ہے۔ لہٰذا ایسی قوالی کو گھروں اور مزارات وغیرہ سے مکمل طور پر ختم کرنا واجب ہے۔ تو ایسی قوالی کا گھر یا باہر کہیں بھی اہتمام کرنا جائز نہیں۔ فتاوی رضویہ شریف میں سیدی اعلی حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے سوال ہوا کہ قوالی سننا کن اشخاص کو جائز ہے؟ آپ نے جواب ارشاد فرمایا: قوالی مع مزامیر سننا کسی

[ماہِ شوال کے چھ روزوں کی فضیلت]:

لہٰذا تم کو لازم ہے کہ عید گاہ سے واپس بھی تکبیر آہستہ آہستہ کہتے ہوئے آؤ۔ بعد عید سعید دوسری تاریخِ شوال سے شش عید کے چھ روزے رکھو۔

مسلم شریف میں حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم فرماتے ہیں کہ جس شخص نے رمضان شریف کے روزے رکھے، پھر اُس کے پیچھے ہی شوال کے چھ روزے رکھے، اُس کو تمام عمر روزہ رکھنے کے برابر ثواب ملتا ہے۔[1]

احکامِ نمازِ عید

(1) نمازِ عید ہر مسلمان مرد، عاقل، بالغ، مقیم، تندرست آزاد پر واجب ہے، ساتھ چھ تکبیروں واجب کے۔

(2) نیتِ نمازِ عید: نیت کرتا ہوں میں دو رکعت نمازِ واجب عید الفطر کی، ساتھ چھ تکبیر واجب کے۔ عید کی نماز میں علاوہ پہلی تکبیر، تکبیرِ تحریمہ کے چھ تکبیر واجب ہیں۔ ہر تکبیر کا سوائے نمازِ جنازہ کے جو بحالتِ قیام ادا کی جائیں یہ قاعدہ ہے کہ جس تکبیر کے بعد کچھ پڑھا جائے گا (اس میں) کانوں تک ہاتھ اٹھا کر بدون (بغیر) چھوڑنے کے فوراً زیرِ ناف دونوں ہاتھ باندھ لیے جائیں اور جس کے بعد کچھ نہ پڑھا جائے (اس میں) دونوں ہاتھ چھوڑ دئے جائیں۔[2]

شخص کو جائز نہیں۔ (فتاوی رضویہ، 24/510)

(2) بہار شریعت، 1/782، حصہ: 4

(1) ابن ماجہ، 2/612، حدیث: 1716

(3)اور نمازِ جنازہ میں تکبیر کے ساتھ ساتھ دونوں ہاتھ کانوں تک لے جانا ہی خلافِ سنت ہے۔[1]

(4)البتہ! عیدِ بقر عید کی نماز میں ہر تکبیر کے ساتھ بحالتِ قیام کانوں تک ہاتھ اوٹھائے جاتے ہیں۔ لہٰذا چاہئے کہ اول نیت کر کے تکبیر کے ساتھ کانوں تک ہاتھ اٹھا کر سب ہاتھ باندھ لیں اور فقط "سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ" امام کے ساتھ بغیر اعوذ اور بسم اللہ کے پڑھ کر امام کے ساتھ دو تکبیروں میں رفعِ یدین کر کے ہاتھ چھوڑے رکھیں اور پھر امام کے ساتھ تیسری تکبیر کہہ کر ہاتھ باندھ کر چپ کھڑے رہیں اور امام الحمد اور سورت پڑھے۔ پھر دوسری رکعت میں جب امام قراءت سے فارغ ہو کر تکبیر کہے تو تینوں تکبیروں میں کانوں تک ہاتھ لے جا کر چھوڑے رکھیں اور ہاتھ چھوڑے ہوئے چوتھی تکبیر کے ساتھ رکوع میں چلے جائیں۔[2]

(4)عالمگیریہ میں ہے کہ اگر کوئی شخص پیچھے آوے اور امام کو رکوع میں پائے اُس کو چاہئے کہ بعد تکبیرِ تحریمہ یعنی نیت والی تکبیر کے، تینوں تکبیر باقاعدہ کہہ کر رکوع میں شریک ہو جائے اور اگر بصورتِ ادا کرنے تینوں تکبیر کے بحالتِ قیام رکوع نہ ملنے کا خوف ہو(تو)بعدِ تکبیرِ تحریمہ تکبیر کے ساتھ رکوع میں جا کر تینوں تکبیر ادا کرے۔ مگر اِس صورت میں رفعِ یدین نہ کرے۔[3]

(5)اسی طرح اگر امام بھول جائے تینوں تکبیر بعدِ قراءت اور نیز رکوع میں جا کر اگر یاد

---

(1)دار قطنی، 2/437، حدیث:1832
(2)در مختار، 3/61
(3)فتاوی ہندیہ، 1/151

آجائے تو ادا کر سکتا ہے۔[1]

(6) اور جو شخص التحیات میں شریک ہو وہ اپنی نماز با قاعدہ معہ قراءت الحمد و سورت و تکبیرات پوری کرے۔

(7) اگر کسی عذرِ معقول سے نمازِ عید پہلی تاریخ کو ادا نہ ہو سکے دوسرے دن ادا کر لی جائے اور بلا عذر دوسرے دن پڑھنا ہر گز جائز نہیں۔[2]

(8) درمختار میں ہے کہ نمازِ عید ایک شہر میں مختلف جگہ بالاتفاق جائز ہے۔ مگر مستحب یہی ہے کہ سب لوگ عید گاہ میں جائیں اور ایک امام کسی مسجدِ شہر میں نمازِ عید کے واسطے مقرر کر دیا جائے تاکہ ضعیف لوگ اوس کے ساتھ نماز ادا کر لیں اور جن کو عید گاہ میں نمازِ عید نہ ملی وہ بھی یہاں آکر اس کے ساتھ نمازِ عید ادا کر سکیں۔

(9) اور جس کو جماعتِ نمازِ عید نہ ملے، نمازِ عید کو عید گاہ میں نہ پڑھے۔ چنانچہ صفحہ ۶۱۸ درمختار معہ رد المحتار مصری میں ہے: وَلَا يُصَلِّيهَا وَحْدَهُ إِنْ فَاتَتْ مَعَ الْإِمَامِ وَلَوْ بِالْإِفْسَادِ اتِّفَاقًا فِي الْأَصَحِّ لَوْ أَمْكَنَهُ الذَّهَابُ إِلَى إِمَامٍ آخَرَ فَعَلَ لِأَنَّهَا تُؤَدَّى بِمِصْرٍ وَاحِدٍ بِمَوَاضِعَ كَثِيرَةٍ اتِّفَاقًا[3] اور صفحہ ۶۱۷ رد المحتار میں ہے: وَفِي الْخُلَاصَةِ وَالْخَانِيَّةِ السُّنَّةُ أَنْ يَخْرُجَ الْإِمَامُ إِلَى الْجَبَّانَةِ، وَيَسْتَخْلِفَ غَيْرَهُ لِيُصَلِّيَ فِي الْمِصْرِ بِالضُّعَفَاءِ بِنَاءً عَلَى أَنَّ صَلَاةَ الْعِيدَيْنِ فِي مَوْضِعَيْنِ جَائِزَةٌ بِالِاتِّفَاقِ۔[4] عبارتِ ہذا درمختار سے ظاہر ہے کہ صاحبِ درمختار کا یہ فرمانا کہ بالاتفاق نمازِ عید متعدد جگہ ایک شہر میں جائز ہے۔ صحیح نہیں، بلکہ مثلِ

---

(1) درمختار و جامع البحار، ص113
(2) فتاوی ہندیہ، 1/151
(3) رد المحتار، 2/176
(4) رد المحتار، 2/169

جمعہ کے بعض کے نزدیک خصوصاً متاخرین کے نزدیک جائز ہے اور اکثر متقدمین فقہاء کے نزدیک دو جگہ سے زیادہ جائز نہیں۔ اندریں (اس) صورت جب عید گاہ میں نماز نہ ملی اور دوسری مسجدِ شہر میں نمازِ عید نہ مل سکے، نمازِ عید کے دوسری جماعت عید گاہ میں کرنا مثلِ جماعتِ ثانی نمازِ پنجگانہ کے ایک ہی مسجد میں باوجود نہ ملنے جماعتِ اولیٰ کے دوسری مسجد میں امامِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مکروہ ہے اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اگر ایک گوشہ مسجد میں جماعتِ ثانی کرلے، جائز ہے۔[1] مگر کراہتِ اختلافی سے بچنا بہر حال مستحب اور مختلف فیہ قول پر عمل کرنا بالاتفاق خلاف اولیٰ۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ علامہ طحطاوی اگر امام قابل امامت عید مل جائے اس کے پیچھے جماعتِ ثانی نمازِ عید کو عید گاہ میں، جائز کہتے ہیں۔[2]

مگر فتاویٰ عالمگیری کی اِس عبارت صفحہ ۱۶۱ سے وَالْإِمَامُ لَوْ صَلَّاهَا مَعَ الْجَمَاعَةِ وَفَاتَتْ بَعْضَ النَّاسِ لَا يَقْضِيهَا مَنْ فَاتَتْهُ، خَرَجَ الْوَقْتُ أَوْ لَمْ يَخْرُجْ[3] یہی سمجھ میں آتا ہے کہ نمازِ عید کی جماعتِ ثانی باوصف امید ملنے جماعتِ اولیٰ عید کے دوسرے مسجد میں عید گاہ میں پڑھنا نہ چاہیئے۔ واللہ اعلم۔

(10) اگر امام بھول کر دوسری رکعت میں بھی قرأت سے پہلے تکبیریں ادا کرے نماز میں کچھ حرج نہ ہو گا۔[4] مگر طریقِ سنت یہی ہے کہ دونوں رکعت کی قراءت کے اول و آخر

---

(1) فتاوی رضویہ، 7/125 تا 128 ماخوذاً

(2) حاشیہ طحطاوی علی مراقی الفلاح، ص 535

(3) ترجمہ: اور امام اگر اسے (یعنی نماز کو) جماعت کے ساتھ پڑھا دے اور وہ کچھ لوگوں سے چھوٹ جائے، تو جس کی وہ (نماز) چھوٹ گئی ہے وہ اس کی قضا نہیں کرے گا، خواہ وقت نکل چکا ہو یا نہ نکلا ہو۔ (فتاوی ہندیہ، 1/151)

(4) در مختار مع رد المحتار، 2/173

میں تکبیر کہی جاویں۔[1] لہٰذا اگر کوئی دوسری رکعت میں آکر شریک ہو تو جب اپنی ایک رکعت اول رہی ہوئی ادا کرے، اوس کو چاہئے کہ اُس میں بھی تکبیریں بعدِ فارغ ہونے کے قراءت سے کہے، تاکہ دونوں رکعتوں کی قراءت کے اول و آخر تکبیریں واقع ہو جائیں۔

(11) نمازِ عید کے واسطے نہ اذان کہنا جائز ہے نہ تکبیر۔[2]

(12) بعدِ نماز سنت ہے کہ امام دو خطبے پڑھے اور مقتدیوں پر واجب ہے کہ چپ چاپ بیٹھ کر سُنیں۔[3] فقط واللہ اعلم

---

(1) بہار شریعت، 1/782، حصہ:4

(2) بہار شریعت، 1/779، حصہ:4

(3) فتاوی رضویہ، 24/170 ماخوذاً

فوائدِ متفرقہ

بخاری اور مسلم شریف میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے فرمایا: دو کلمہ ہیں جو زبان پر بہت ہلکے مگر میزانِ عمل میں بہت وزنی ہوں گے اور خداوندِ رحمان کو بہت پیارے ہیں اور وہ یہ ہیں: سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهٖ، سُبْحَانَ اللهِ الْعَظِيمِ۔[1]

[پانچ گناہوں کی پانچ سزائیں]:

صفحہ ۸۴ تفسیر سورۂ وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ ۝۱ تفسیر عزیزی میں ہے کہ جناب سرورِ عالم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے اہلِ مدینہ کو یہ سورۂ مبارک سنا کر فرمایا کہ پانچ گناہوں کی سزا (دنیا میں) پانچ عذاب مقرر کئے گئے ہیں: (1) کسی قوم نے فکرِ عہد شکنی نہیں اختیار کی مگر اُن کا دشمن ان کے اوپر غالب اور مقرر کر دیا جاتا ہے (2) اور کوئی قوم مخالفتِ شریعت نہیں اختیار کرتی مگر مفلسی اور محتاجی ان میں داخل ہو جاتی ہے (3) اور کسی قوم میں زنا اور لونڈے بازی کا مزاج نہیں ہوتا مگر ان میں مری یعنی امراضِ مہلکہ طاعون، ہیضہ اور نئے نئے مرض پھیل جاتے ہیں (4) اور کوئی قوم تول ناپ میں کمی نہیں کرتی مگر مبتلا قحط ہو جاتی ہے۔ (5) اور زکوٰۃ بند کرنے والوں سے بارش (یعنی نفع والا مینہ) کو روک دیا جاتا ہے۔[2]

چنانچہ اِن سب گناہوں میں ہم مبتلا ہیں اور اِسکی سزا پا رہے ہیں۔ لہٰذا تمام مسلمان مرد عورتوں کو لازم ہے کہ پردہ کا اہتمام کریں، عورتیں گھروں سے نہ نکلیں تاکہ زنا کی

---

(1) بخاری، 9/431، حدیث: 7559 کبیر، 11/45، حدیث: 10992

(2) تفسیر عزیزی فارسی، 4/171، مجم

بیخکنی (مکمل خاتمہ) ہو اور بلا و طاعون اور امراض.... ہونے سے اللہ بچائے۔

سب شریعت کے موافق اپنے تمام معاملات طے کرائیں بلکہ گورنمنٹ سے درخواست کر کے اپنا قاضی مقرر کرالیں تاکہ تمام بلاؤں سے نجات ہو اور کثرت سے جب کوئی بلا آئے خواہ طاعون ہو یا اور کچھ دس، پانچ اکٹھے ہو کر یہ استغفار پڑھیں: أَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِی لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّومُ وَأَتُوبُ إِلَیْهِ[1]

قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَ مَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَ هُمْ یَسْتَغْفِرُوْنَ[2] یعنی (جو) استغفار کرتے ہیں ان پر اللہ عذاب نہیں بھیجتا۔

[بعدِ وتر کی مسنون دعا]:

اور بعدِ وتر یہ دعا پڑھنی مسنون ہے اور اس کے برکات بے شمار ہیں: "سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوسِ" تین بار اور تیسری دفعہ قدوس مد کے ساتھ کھینچ کر پڑھیں[3] اور اس کے بعد "رَبَّنَا وَرَبُّ الْمَلَائِكَةِ وَالرُّوحِ" (یہ حدیث) حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے (مروی ہے) جن کو حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امامِ تراویح بنایا تھا۔

[وتر اور بعدِ وتر میں کون کون سی سورت پڑھی جائے؟]

اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بہت سی سندوں سے منقول ہے کہ

---

(1) میں اللہ سے مغفرت مانگتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں، جو ہمیشہ زندہ رہنے والا ہے اور (ساری کائنات کو) سنبھالنے والا ہے اور میں اسی کے حضور توبہ کرتا ہوں۔

(2) الانفال: پ9، آیت: 33 ترجمہ: اور اللہ انہیں عذاب کرنے والا نہیں جب تک وہ بخشش مانگ رہے ہیں۔

(3) نسائی، 3/235، حدیث: 1699

حضورِ پرنور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم وتروں کی پہلی رکعت میں ”سَبِّحِ اسْمَ“ اور دوسری میں ”قُلْ یٰۤاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ“ اور تیسری میں ”قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ“ پڑھا کرتے تھے۔[1] چونکہ ایسی حدیث شریف کہ جس میں رکعتوں کی گنتی کے ساتھ سورتیں بھی ہر رکعت کی گنادی گئی ہوں، کوئی حدیث نہیں آئی۔ امامِ اعظم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ وتر کی تین ہی رکعت پڑھی جائیں[2] اور بجز (سوائے) رمضان شریف کے ہر روز ہمیشہ تنہا پڑھے جائیں۔[3]

اور ابو داؤد و ابنِ ماجہ و نسائی، ترمذی شریف اور صحیح ابنِ حبان اور صحیح حاکم اور مستدرک میں حضرت سیدتنا صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اتنی زیادتی اور ہے کہ تیسری رکعت میں ”قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ“ کے ساتھ ”قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ“ اور ”قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ“ پڑھا کرتے تھے۔[4]

یہ اور کبیری میں مسندِ امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بروایت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مروی ہے کہ وتر کے بعد حضورِ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم دو رکعت بیٹھ کر پڑھا کرتے تھے۔ پہلی میں ”اِذَا زُلْزِلَتِ“ اور دوسری میں ”قُلْ یٰۤاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ“۔[5]

لہٰذا وتروں اور وتروں کے بعد کے نفلوں میں اگر بغیر اِس عقیدے کے کہ اِن سورتوں کے سوا اور کوئی سورت پڑھنا درست نہیں ہے، اگر یہی سورتیں وتر و نفل میں پڑھی جائیں افضل ہے۔

---

(1) نسائی، 3/374، حدیث: 1701

(2) مصنف ابن ابی شیبہ، 4/496، حدیث: 7011

(3) بہار شریعت، 1/582، حصہ: 3

(4) ابن ماجہ، 2/248، حدیث: 1173

(5) مسند امام احمد، 36/584، حدیث: 22246

[موذی جانوروں سے حفاظت کا وظیفہ]:

حصنِ حصین وغیرہ معتبر حدیث کی کتابوں سے ثابت ہے کہ بعد نمازِ صبح جو کوئی تین تین بار اِن دعاؤں کو پڑھ لیا کرے دن بھر تمام بلا، بچھو، سانپ اور تمام بیماریوں سے محفوظ رہے اور بعدِ مغرب پڑھ لیا کرے تو رات بھر محفوظ رہے۔[1] چنانچہ خود میں نے بارہا دیکھا کہ بھڑ وغیرہ کُرتے میں کبھی گھس گئی تو نکال کر پھینک دیا اور نہ کاٹا اور کبھی کاٹا بھی تو غور کرنے سے معلوم ہوا کہ آج اس کا پڑھنا ہی بھول گئے تھے۔ وھوھٰذا (وہ کلمات یہ ہیں)

"أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللهِ التَّامَّاتِ كُلِّهِنَّ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ"[2]

"بِسْمِ اللهِ الَّذِي لَا يَضُرُّ مَعَ اسْمِهِ شَيْءٌ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ"[3]

---

(1) مسند ابی حنیفہ، حدیث:446 ماخوذاً، ابن ماجہ، 5/35، حدیث:3869

(2) ترجمہ: میں پناہ مانگتا ہوں اللہ کے تمام کامل کلمات کے ذریعے، ہر اس چیز کے شر سے جو اس نے پیدا کی ہے۔

(3) ترجمہ: اللہ کے نام کے ساتھ، جس کے نام کی برکت سے زمین اور آسمان میں کوئی چیز نقصان نہیں پہنچا سکتی، اور وہی سب کچھ سننے والا اور خوب جاننے والا ہے۔

فضائلِ صلوٰۃ التسبیح مع ترکیب

بموجب روایتِ عبد اللہ بن مبارک رضی اللہ تعالیٰ عنہ

غنیۃ المتملی معروف بکبیری (حلبی کبیر) میں ہے کہ حضرت ابو عیسیٰ ترمذی صاحبِ سنن ترمذی تحریر فرماتے ہیں کہ احمد بن عبدہ فرماتے ہیں: مجھ سے ابنِ وہب فرماتے تھے کہ میں نے عبد اللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ سے صلوٰۃ التسبیح کی ترکیب پوچھی تو آپ نے فرمایا کہ اول بعد نیت اللہ اکبر کہہ کے فقط بغیر اعوذ، بسم اللہ کے "سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ" پڑھو۔

پھر پندرہ بار "سُبْحَانَ اللهِ، وَالْحَمْدُ للهِ، وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، وَاللهُ أَكْبَرُ" پڑھے۔

پھر اعوذ اور بسم اللہ اور الحمد اور کوئی بھی سورت پڑھ کر دس بار یہی تسبیح پڑھو۔

پھر رکوع میں دس بار پڑھو،

پھر رکوع سے سیدھے کھڑے ہو کر دس بار پڑھو،

پھر سجدہ میں دس بار پڑھو،

پھر سیدھے بیٹھ کر (قعدہ میں) دس بار پڑھو،

پھر دوسرے سجدہ میں دس بار پڑھو،

پس یہ ہر رکعت میں پچھتر (75) تسبیح ہوئیں، اسی طرح پھر دوسری رکعت میں پچھتر (75)، اسی طرح تیسری اور چوتھی رکعت میں۔[1]

پھر دوسری روایت میں حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ ہی سے مروی ہے کہ رکوع میں اول "سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ" پڑھے، اسی طرح سجدے میں اول "سُبْحَانَ رَبِّيَ الاَعلیٰ"

---

(1) غنیۃ المتملی، ص432

پڑھنا چاہئے۔ پھر یہ تسبیح مذکور پڑھنا چاہئے۔[1]

[صلوٰۃ التسبیح کے سجدۂ سہو میں کیا پڑھنا چاہئے]:

پھر یہ بھی حضرت عبد اللہ بن مبارک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اگر صلوٰۃ التسبیح میں بوجہِ تاخیرِ فرض یا ترک واجب، سجدۂ سہو کرنا پڑے تو سجدۂ سہو میں بجز (علاوہ) "سُبْحَانَ رَبِّیَ الاَعلیٰ" اور کچھ نہ پڑھا جائے۔ اس واسطے کہ تسبیح یعنی "سُبْحَانَ اللہِ، وَالْحَمْدُ للہِ، وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ، وَاللہُ اَکْبَرُ" ہر رکعت میں فقط پچھتر (75) بار ہی ثابت ہے کہ وہ چاروں رکعت میں تین سو بار ہو جاتی ہے، اِس سے زیادہ نہیں۔[2]

[صلوٰۃ التسبیح کا حکم اور گناہوں کی بخشش کا پروانہ]:

حضور سرورِ عالم صلی اللہُ علیہ واٰلہٖ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ اگر تم اِس نماز کو پڑھ لیا کرو تو اللہ تمہارے کل گناہ پچھلے، نئے، پرانے، چھوٹے، بڑے، ظاہر اور پوشیدہ اور جو قصداً سرزد ہوئے یا خطا سے، سب کو بخش دے گا۔ پھر حضور سرورِ عالم صلی اللہُ علیہ واٰلہٖ وسلم نے فرمایا کہ چچا تم اِس کو روز پڑھ لیا کرو اور اگر ہر روز نہ ہو سکے تو جمعہ کے جمعہ ہی پڑھ لیا کرو اور اگر ہر جمعہ کو نہ ہو سکے تو ہر مہینے میں ایک بار پڑھ لیا کرو اور اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو ہر برس (سال) میں ایک بار پڑھ لیا کرو اور اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو ساری عمر میں تو ایک بار پڑھ لو تا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے سارے گناہ بخش دے۔[3]

علیٰ ہٰذا حدیثِ صحیح میں وارد ہے: حضور سرورِ عالم صلی اللہُ علیہ واٰلہٖ وسلم فرماتے ہیں: جو

---

(1) غنیۃ المتملی، ص432

(2) غنیۃ المتملی، ص432

(3) ابو داود، 2/467، حدیث: 1297

کوئی بعد نمازِ فجر ذکرُ اللہ میں مشغول رہے اور بعد طلوعِ آفتاب دو رکعت اشراق پڑھ لے ، اللہ تعالیٰ اوس کو ایک حج اور ایک عمرہ کا ثواب عطا فرماتا ہے۔[1] حضور نے تاکید اً پھر تین بار فرمایا: ایک حج اور ایک عمرہ پورے پورے کا ثواب۔

صحیح حاکم میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص پورا وضو کر کے نماز پڑھ لیا کرے (یعنی دو رکعت تحیۃ الوضو) تو وہ گناہوں سے ایسا پاک ہو جاتا ہے جیسے آج ہی پیدا ہوا ہو۔[2]

حَرَّرَہُ الْعَبْدُ الرَّاجِیْ رَحْمَۃَ رَبِّہِ الْقَوِیِّ اَبُوْ مُحَمَّد دِیْدَار عَلِی الرَّضَوِیُّ نَسَبًا وَالْحَنَفِیُّ مَذْھَبًا وَالْمُجَدِّدِیُّ شُرْبًا الْمُفْتِیْ فِیْ جَامِعِ اَکْبَر اٰبَاد، مورخہ ۱۳ رمضان المبارک ۱۳۳۵ ہجری نبوی۔[3]

شعر : ہر کہ خواند دعا طمع دارم | زانکہ من بندۂ گنہگارم

اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو اِس سے نفع بخشے۔ اور مجھ گنہگار سے اِس خدمت کو قبول فرما کر موجبِ ترقیِ مدارجِ عقبیٰ فرمائے۔

آمین ثم آمین بحرمۃ النبی الامین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم۔

---

(1) ترمذی، 2/127، حدیث: 593

(2) معجم کبیر، 17/331، حدیث: 915

(3) اسے تحریر کیا ہے اپنے قوی پروردگار کی رحمت کے امیدوار بندے، ابو محمد دیدار علی نے، جو نسب کے لحاظ سے رضوی، مذہب (فقہ) کے لحاظ سے حنفی اور مشرب (روحانی سلسلے) کے لحاظ سے مجددی ہیں، اور جامع اکبر آباد (آگرہ) میں مفتی ہے۔ مورخہ 13 رمضان المبارک 1335 ہجری نبوی۔

تنبیہ

واضح ہو کہ تمام گناہوں سے بڑا گناہ اسلام میں لواطت یعنی اغلام ہے۔ یہاں تک کہ اہلِ سنت والجماعت کے نزدیک تو بالاتفاق لواطت اپنی بیوی سے بھی حرام ہے۔[1] چنانچہ مشکوٰۃ شریف کی حدیثِ صحیح میں وارد ہے کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم فرماتے ہیں کہ تحقیق خوفناک زیادہ باتوں سے جن کا مجھ کو اپنی امت سے ڈر ہے، بہت ہی خوف کی بات یہ ہے کہ میری امت میں لوط علیہ السلام کی امت کے عمل نہ ہونے لگیں[2] کہ وہ عمل اغلام (لواطت) ہے اور مرغ بازی، مینڈھے لڑانا وغیرہ ہے۔

اسی واسطے علاوہ عذابِ آخرت علماءِ مجتہدین میں اغلام کی سزا میں اختلاف ہے۔ بعض فرماتے ہیں کہ بعد ثبوت بحکمِ حاکم، فاعل و مفعول دونوں کو روئی لپیٹ کر تیل ڈال کر جلا دیا جائے۔ بعض فرماتے ہیں دونوں کو باندھ کر پہاڑ سے لڑھکا دیا جائے۔ بعض فرماتے ہیں اُن کو کھڑا کر کے اوپر دیوار ڈال (گرا) دی جائے۔[3]

علیٰ ہٰذا بعدِ ثبوتِ زنا شریعت میں حاکمِ اسلام پر لازم ہے کہ دونوں (مرد و عورت) کو پتھروں سے تمام مسلمان جمع ہو کر اتنا ماریں کہ جان سے مر جائیں۔[4]

سخت افسوس ہے کہ پھر مسلمان اور ایسی بلاؤں میں گرفتار ہوں اور رمضان شریف

---

(1) مراۃ المناجیح میں ہے: عورت کی دبر میں وطی کرنا تمام دینوں میں حرام ہے۔ اسلام میں حرامِ قطعی ہے کہ اس کا منکر کافر ہے (اور) اس کا مرتکب فاسق وفاجر۔ (مراۃ المناجیح، 5/55)

(2) مشکاۃ المصابیح، 2/322، حدیث: 3418

(3) شرح وقایہ، 2/289 ماخوذاً

(4) شرح وقایہ، 2/279

میں بھی ایسے حرکات سے نہ بچیں۔ بند گانِ خدا ڈرو اور پھر ڈرو اور توبہ کر کے نمازیں شروع کرو، جو کچھ باقی رمضان رہا ہے توبہ کر کے روزہ رکھ کر متقی بن جاؤ، اسی واسطے یہ روزے فرض کئے گئے ہیں کہ تم متقی بن جاؤ۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَیْكُمُ الصِّیَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۸۳﴾ اَیَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ؕ [1] پر یقین رکھو! اللہ تعالیٰ ہم کو، تم کو سب کو متقی بنا کر اپنا مقبول بنائے۔ آمین ثم آمین

---

(1) ترجمۂ کنز الایمان: اے ایمان والو تم پر روزے فرض کیے گئے جیسے اگلوں پر فرض ہوئے تھے کہ کہیں تمہیں پرہیز گاری ملے گنتی کے دن ہیں۔ (پ2، البقرۃ: 183، 184)

[خاتمہ]

واضح ہو کہ یہ رسالہ علاوہ فضائلِ شعبان و شبِ قدر و رمضان، فوائدِ ذیل پر بھی مشتمل ہے۔ احکامِ تراویح، تین رکعت وتر کا ثبوت معہ ان سورتوں کے جن کا پڑھنا وتر اور وتر کے بعد کے نفلوں میں مستحب ہے۔ دعائیں دفعِ طاعون کے اور وجہِ طاعون کے، وتر کے بعد جو وظیفہ مستحب اور موجبِ برکات ہے۔ ممانعت کھینچنے اور رکھنے تصاویرِ ذی روح کی احادیثِ صحیحہ سے۔ تمام شد

یہ کتاب اور سلوکِ قادریہ اور تحقیق المسائل اور الاستعانۃ من اولیاء اللہ پتہ ذیل سے مل سکتی ہیں۔

پتہ لاہور: مسجد وزیر خاں مرحوم ابو محمد محمد دیدار علی خطیب وواعظ مسجد مذکور۔

ماخذ و مراجع

کتاب کا نام	مصنف / مؤلف / مرتب	مطبوعہ
قرآنِ مجید	کلامِ الٰہی	------
کنزالایمان	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان، متوفی 1340ھ	مکتبۃ المدینہ، کراچی 2022ء
ابنِ ماجہ	ابو عبد اللہ محمد بن یزید بن ماجہ القزوینی، متوفی 273ھ	مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت 2009ء
ابو داود	ابو داود سلیمان بن الاشعث السجستانی، متوفی 275ھ	مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت 2009ء
اتحاف السادہ	علامہ سید محمد بن محمد الحسینی الزبیدی، متوفی 1205ھ	دار الرسالۃ العالمیۃ، بیروت
البحر الرائق	زین الدین المعروف بابن نجیم المصری، متوفی 970ھ	دار الکتاب الاسلامی، بیروت
بخاری	ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری، متوفی 256ھ	عطاءات العلم، بیروت 1237ھ
بخاری	ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری، متوفی 256ھ	دار التاصیل، بیروت 2012ء
بدائع الصنائع	ملک العلماء، ابو بکر بن مسعود، متوفی 587ھ	مطبعۃ الجمالیۃ بمصر، بیروت 1328ھ
بہار شریعت	صدر الشریعۃ امجد علی اعظمی، متوفی 1367ھ	مکتبۃ المدینہ، کراچی 2023ء
البیان والتبیین	عمرو بن بحر بن محبوب الجاحظ، متوفی 255ھ	دار و مکتبۃ الہلال، بیروت 1423ھ

ترغیب وترہیب	عبد العظیم بن عبد القوی زکی الدین المنذری، متوفی 656ھ	دار الکتب العلمیۃ، بیروت 1417ھ
ترمذی	ابو عیسی محمد بن عیسی الترمذی، متوفی 279ھ	دار الغرب الاسلامی، بیروت 1996ء
ترمذی	ابو عیسی محمد بن عیسی الترمذی، متوفی 279ھ	دار الرسالۃ العالمیۃ، بیروت 2009ء
تفسیر عزیزی فارسی	علامہ عبد العزیز دہلوی، متوفی 1239ھ	نشر احسان، تہران 1399ھ
التیسیر فی علم التفسیر	مولانا عبد اللہ نعیم صدیقی عطاری مدنی	مکتبۃ المدینہ، کراچی 2023ء
الجامع لمسائل المدونۃ	ابو بکر محمد بن عبد اللہ تمیمی، متوفی 451ھ	دار الفکر، بیروت 2013ء
الجوہرۃ النیرۃ	علامہ ابو بکر بن علی حداد، متوفی 800ھ	باب المدینہ کراچی
حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح	احمد بن محمد الطحطاوي الحنفی، متوفی 1231ھ	دار الکتب العلمیۃ بیروت 1997ء
خصائص کبریٰ	علامہ جلال الدین عبد الرحمن سیوطی، متوفی 911ھ	دار الکتب العلمیۃ
دار قطنی	ابو الحسن علي بن عمر الدار قطنی، متوفی 385ھ	مؤسسۃ الرسالۃ 2004ء
در مختار مع رد المحتار	علامہ علاء الدین محمد بن علی حصکفی، متوفی 1077ھ	دار المعرفۃ، بیروت 1420ھ
در مختار وجامع البحار	محمد بن علی الحنفی حصکفی، متوفی 1088ھ	دار الکتب العلمیۃ 2002ء
دلائل الخیرات	ابو عبد اللہ محمد بن سلیمان الجزولی، متوفی 870ھ	رحمۃ للعالمین پبلیکیشنز، سرگودھا
رد المحتار	محمد امین، الشہیر بابن عابدین، متوفی 1225ھ	دار الفکر، بیروت 1966ء

شرح معانی الآثار	ابو جعفر احمد بن محمد الطحاوی، متوفی 321ھ	عالم الکتب، بیروت 1994ء
شرح وقایہ	تاج الشریعۃ عبید اللہ بن مسعود، متوفی 747ھ	مکتبہ امداد العلوم، ملتان
فتاوی ہندیہ	جماعۃ من العلماء بامر السلطان	المطبعۃ الکبری مصر 1310ھ
فتاوی رضویہ	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان، متوفی 1340ھ	رضا فاؤنڈیشن لاہور
کنز العمال	علاء الدین المتقی الھندی، متوفی 975ھ	مؤسسۃ الرسالۃ 1975ء
ماثبت من السنہ	شیخ عبد الحق محدث دہلوی، متوفی 1052ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت 2018ء
المختصر القدوری	احمد بن محمد القدوری، متوفی 428ھ	مکتبہ امام احمد رضا، لاہور
مدارج النبوۃ مترجم	شیخ عبد الحق محدث دہلوی، متوفی 1052ھ	مکتبہ ضیاء القرآن 2020ء
تفسیر روح البیان	علامہ اسمعیل حقی، متوفی 1127ھ	دار الفکر، بیروت
مراقی الفلاح	ابو اخلاص حسن بن عمار الشرنبلالی، متوفی 1069ھ	مکتبۃ المدینہ کراچی
مراۃ المناجیح	حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی، متوفی 1391ھ	مکتبہ اسلامیہ، لاہور
مسلم	ابو الحسین مسلم بن الحجاج القشیری، متوفی	مکتبہ رحمانیہ لاہور
مسند ابی حنیفہ	للامام الاعظم ابی حنیفۃ نعمان بن ثابت، متوفی 150ھ	مکتبۃ المدینہ، کراچی 2021ء
مسند ابی یعلی	الامام احمد بن علی بن المثنی التمیمی، متوفی 307ھ	دار الحدیث، بیروت 2013ء
مسند امام احمد	الامام احمد بن حنبل، متوفی 241ھ	مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت 2001ء

مشکاۃ المصابیح	ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ الخطیب تبریزی، متوفی 741ھ	اسلامی کتب خانہ
مصنف ابن ابی شیبہ	ابو بکر عبد اللہ بن محمد الکوفی، متوفی 235ھ	دار کنوز اشبیلیا، بیروت 2010ء
معجم کبیر	ابو القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی، متوفی 360ھ	مکتبہ ابن تیمیہ، القاھرۃ
غنیۃ المتملی	علامہ محمد ابراہیم حلبی، متوفی 952ھ	در سعادت، بیروت 1325ھ
مؤطا امام مالک	امام مالک بن انس اصبحی، متوفی 179ھ	دار المعرفۃ، بیروت 1429ھ
النتف فی الفتاوی	ابو الحسن علي بن الحسين بن محمد السُّغْدی، متوفی 461ھ	مؤسسۃ الرسالۃ 1983ء
نزہۃ المجالس	عبد الرحمن بن عبد السلام الصفوری، متوفی 894ھ	المکتب الثقافی بیروت 2004ء
نسائی	ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب النسائی، متوفی 303ھ	مؤسسۃ الرسالۃ 2018ء
النہر الفائق	سراج الدین عمر بن ابراہیم بن نجیم، متوفی 1005ھ	دار الکتب العلمیہ - بیروت 2002ء
نور الانوار	شیخ احمد المعروف ملا جیون، متوفی 1130ھ	مکتبہ بشری 2023ء
نور الایضاح مع مراقی الفلاح	ابو اخلاص حسن بن عمار الشرنبلالی، متوفی 1069ھ	مکتبۃ المدینہ کراچی
ہدایۃ	علی بن ابی بکر المرغینانی، متوفی 593ھ	دار احیاء التراث، بیروت 2004ء

فضائل شعبان مع احکام التراویح ولیلۃ القدر والرمضان

یہ رسالہ خلیفہ اعلی حضرت، امام المحدثین حضرت علامہ مفتی سید محمد دیدار علی شاہ محدث الوری نے 13 رمضان 1335ھ مطابق 3 جولائی 1917ء میں لکھا۔ اس میں ماہ شعبان اور رمضان کے فضائل بیان کرنے کے ساتھ ساتھ دونوں مہینوں کے احکام و مسائل بھی بیان فرمائے ہیں۔ آخر میں صدقۂ فطر پر کلام ہے، کتنا صدقہ فطر ادا کرنا ہے اس پر قدرے طویل تحریر ہے۔ غالباً اس کی دوسری اشاعت اس زمانے میں ہوئی جب امام المحدثین جامع مسجد وزیر خاں کے خطیب تھے۔ (حیات محدث الوری، ص124)